65

محدث





مجلس التحقیق الاسلامی گارڈن ٹاؤن لاہور

مدیر اعلیٰ

حافظ عبدالرحمن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہاہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتناہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے   زرِسالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔   ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com   __ www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ **محدّث** لاہور

(فون) صدر دفتر: ۳۵۴۲۵۰ ذیلی دفتر: ۵۴۸۷۳

جلد ۷ رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ عدد ۹

فہرست مضامین

ناشر: حافظ عبد الرحمٰن مدنی طابع: چودھری رشید احمد مطبع: مکتبہ جدید پریس ۷۔۴ شارع فاطمہ جناح، لاہور

زرِ سالانہ: ۱۵/- روپے فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

فکر و نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بد پرہیزی غارت گرِ عافیت ہے

روزہ اس کا علاج ہے

متکلمین کے ہاں اس مسئلہ پر کافی بحثیں رہی ہیں کہ: گناہ اور معصیت کا مرتکب مومن رہتا ہے یا نہ؟ ائمہ اہل السنۃ والجماعت کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ مومن ہی رہتا ہے۔

دراصل یہ خالص علمی، کلامی اور فلسفیانہ بحثیں تھیں اور ایک خاص پس منظر میں اٹھیں اور چلتی رہیں۔ معتزلہ اور خوارج وغیرہ۔ ان بحثوں سے مطمئن ہوئے یا نہ؟ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ، اس سے مسلمانوں کے اعمال، کردار اور افکار پر غلط اثرات ضرور نمایاں اور مرتب ہوئے ——

چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

ایک شخص چوری کرتا ہے، اسے یہ اندیشہ نہیں رہتا کہ میرے ایمان پر بن جائے گی۔

کوئی جھوٹ بولتا ہے اس کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ: میرا ایمان میری جان کو روئے گا۔

ملک اور قوم یا کسی فرد سے اگر کسی نے کوئی فریب کیا ہے تو وہ مطمئن ہوتا ہے کہ: اتنی سی بات سے بہر حال وہ کافر نہیں ہو گیا۔

کسی پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا ہے تو وہ اپنے ضمیر کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے دلاسے دے دے کر اس کی خلش سے نجات پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اگر وہ کسی نمازی کا جوتا چرا لیتا ہے یا اس کی گھڑی وغیرہ غائب کر لیتا ہے تو اس کو اپنی نماز کے ضیاع کا خوف نہیں ہوتا۔

حج پر جا کر اگر بھارت یا اسرائیل کی طرف سے برادر مسلم ممالک کی جاسوسی کا خانہ ساز فریضہ انجام دیتا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے دل پر بوجھ نہیں آتا۔

بھنگ، چرس، افیون جیسی مہلک چیزیں اگر پی لیتا ہے تو ان کے انجام بد سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

شراب و کباب، کا اگر کوئی دور چلا ہے تو سمجھتے ہیں کہ سب خیر ہے۔ صرف یہ نہیں کہ ایمان کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کی امامت اور قیادت کی آئینی حیثیت میں بھی کچھ فرق نہیں آیا۔

سوشلزم یا امپیریلزم سے اگر ان کو کوئی ناطے جوڑنے کا خیال آیا ہے تو ایمان سے پوچھنے کی انھوں نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

نجی اغراض، وہ اقتدار ہو یا کوئی کاروبار، ان کی راہ میں اگر کوئی بے راہ ہو جاتا ہے تو ان کو یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ اللہ اور اس کا رسول ناراض ہو جائے گا۔

زکوٰۃ دینے والا چونکہ زکوٰۃ بھی دے رہا ہے، اس سے اسے اس امر کی فکر نہیں ہوتی کہ یہ کمائی رشوت کی ہے یا جھوٹی تجارت کی ہے۔

روزہ رکھتا ہے تو اب اس سے جھوٹ بول ہو جائے یا کوئی ناجائز دھندا، کسی کا گلہ ہو جائے یا بے جا زیادتی، وہ سمجھتا ہے کہ اتنی سی بات سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سب خیر ہے۔

اقتدار ہاتھ لگا ہے یا کوئی معیاری انسری، اب اگر وہ خدا بن کر خلق خدا کا استحصال کرتا ہے تو اس کی بلا سے، وہ سمجھتا ہے کہ بڑے خدا کے ہوتے ہوئے، ہمارے چھوٹے موٹے خدا بن جانے سے خدا کا کیا بگڑتا ہے اور ایمان کا کیا جاتا ہے؟

معصیت کے ارتکاب سے گو ایک مسلم کافر نہیں ہو جاتا لیکن یہ بھی ایک طے شدہ بات ہے کہ جس طرح صغیرہ گناہ، بار بار کرنے سے صغیرہ نہیں رہتا، اسی طرح کبیرہ گناہ بھی بہ اصرار اور بہ تکرار کرنے سے "کبیرہ" نہیں رہتا بلکہ یہ ایک ایسی بلا بن جاتا ہے جس سے کفریات کی راہ ہموار ہوتی ہے کفر سے وحشت گھٹ جاتی ہے اور انسان کے مومنانہ خاتمہ کا مستقبل خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے صرف اس فارمولے پر نہ پھولے رہیں کہ گناہ، گناہ ہوتا ہے۔ کفر نہیں ہو جاتا۔ کفر نہیں ہوتا تو کفر سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں رہ جاتا۔

الغرض حسنات کے ساتھ سیئات، نیکی کے ساتھ بدی، خیر کے ساتھ شر، عبدیت کے ساتھ طغیان، غلامی کے ساتھ سرکشی، اور حق کے ساتھ باطل کی آمیزش، مفاہمت، ٹانکے اور برداشت کی سکت وہ خطرناک بدپرہیزی ہے جس نے روحانی دواؤں کو نہ صرف بے اثر کر کے امراض میں عفونت پیدا کر دی ہے بلکہ حسنات اور دینی مکارم حیات کی ناکامی کا بلا جواز ڈھنڈورا بھی پیٹا ہے۔

قرآن حکیم نے اس جاہلیت اور بھدی ذہنیت کا یوں ذکر کیا ہے، قوم شعیب کے ذکر

میں فرمایا:

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (پ۱۲ - ہود ع۸)

"وہ کہنے لگے کہ: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تم سے تقاضا کرتی ہے کہ جن کو ہمارے آباؤ واجداد پوجتے آئے ہم ان کو چھوڑ بیٹھیں یا اپنے مالوں میں جس طرح (کا تصرف کرنا) چاہیں، نہ کریں۔"

اصل میں وہ اس خیال میں مگن تھے کہ نمازیں بھی پڑھیں اور اپنی مرضی کے کام بھی کریں بھلی چھٹی ہے۔ اس لیے انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ: نماز خدا کی سچی غلامی کا مظہر ہے، اس کا تقاضا ہے کہ: زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی اس کی مرضی کو ملحوظ رکھیں، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

کچھ لوگ بعض سماجی خدمات اور کچھ دوسرے نیکی کے کام کر کے سمجھ لیتے تھے کہ بس میدان مار لیا، اس لیے جو جو حماقتیں کرتے ان کی وجہ سے ان کو تشویش نہیں ہوتی تھی۔ اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ (پ۱۰ - توبہ ع۳)

"کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور (ادب کی) حرمت والی مسجد (خانہ کعبہ) کے آباد رکھنے کو اس شخص (کی خدمات) جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے، اللہ کے نزدیک تو یہ (سب) برابر نہیں۔"

مطلب یہ کہ تمہاری یہ خدمات تمہاری دوسری حماقتوں کا عوض نہیں ہو سکتیں، اور نہ تمہاری نجات کے لیے یہ کافی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ کارِ خیر، کارِ بد کی آمیزش سے پاک نہیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ان کی اس خوش فہمی کا بھی ذکر کیا ہے کہ "کارِ بد" کر کے یہ ڈھینگیں بھی مارتے تھے کہ: ہمارے یہ گناہ معاف ہو ہی جائیں گے۔ ملاحظہ ہو پارہ ۹ - اعراف ع۲۱

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا

"پھر ان کے بعد ایسے ناخلف (ان کے) جانشین ہوئے کہ وہ کتاب کے وارث بنے، مگر بطور رشوت) اس دنیائے دوں کی (کوئی) چیز (ملے تو) لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ گناہ تو ہمارا معاف ہو ہی جائے گا۔"

یہ خوش فہمی اس لیے پیدا ہوگئی تھی کہ، ان کے نزدیک نیکی کے ساتھ بدی کوئی گزند نہیں پہنچاتی۔ کیونکہ وہ معاف ہو ہی جاتی ہے۔ بہر حال حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (پ۔ بقرہ ع۵)

"حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو۔"

دینی احکام پر عمل کرنے کے باوجود نیکی رنگ نہیں لارہی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی بے داغ نہیں رہتی، دودھ کے مٹکے میں گندگی تھوڑی سی بھی دودھ کو ناکارہ کردیتی ہے۔ پھر یہ نیکیاں کیسے رنگ لائیں، جب ان کے ہمراہ بدی کی فرمانروائی بھی جاری رہے۔ یہ بدپرہیزی روحانی علاج کے راستہ میں حائل ہورہی ہے، دنیا میں ایسا کوئی بیمار نہیں ہوتا جس کے لیے ڈاکٹر مناسب پرہیز کی سفارش نہ کریں۔ ایسا بھی کوئی مریض دیکھنے میں نہیں آیا جس کو بدپرہیزی نے کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو بالکل یہی کیفیت اسلامی اعمال کی ہے کہ: مسلمان نماز و روزہ، حج اور زکوٰۃ، اور دو وظائف اور دوسرے کارِ خیر کے ممکن ثمرات اور نتائج حسنہ سے ہمکنار نہیں ہورہا، کیونکہ ان نیکیوں کے ساتھ ساتھ بدیوں سے بھی اس کے ناطے خاصے استوار ہیں، بلکہ برائیوں کے سلسلے میں جس انہماک، شغف وارفتگی، واہلیت اور خلوص کا نذرانہ لادینی اعمال اور امور کے بارے میں اس نے پیش کیا ہے۔ اس کے ہزارویں حصے کا بھی یہاں سراغ اور اتہ پتہ نہیں ملتا۔ ان حالات میں متعلقہ برکات، مکارم اور رحمتوں کا ظہور ہو تو کیسے؟ بہر حال دوائی کھانا مشکل نہیں۔ جس قدر اس سلسلے کا پرہیز صبر آزما ہوتا ہے۔ اسلام کی نگاہ سے انسان کی یہ کمزوری پوشیدہ نہیں تھی اور نہ ہی اسلام اس کو نظر انداز کرکے اپنے تشخیص کردہ طرزِ حیات سے مطلوبِ مومن کی کشید کے لیے ابن آدم کو مکلف بنا سکتا تھا۔

اس لیے حق تعالیٰ نے پرہیز کے لیے ایک خاص کورس تجویز فرمایا۔ اگر ایک انسان صدق دل سے اس کورس کی تکمیل کرلیتا ہے تو یقین کیجیے! اس سے ابنِ آدم میں اتنی سکت پیدا ہوسکتی ہے کہ اگر وہ بدپرہیزی سے بچنا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا نہ صرف آسان ہوگا بلکہ اس سے اس کو ایک گونہ سکون بھی نصیب ہوگا۔

پرہیز کے لیے وہ خاص کورس "صومِ رمضان" ہے۔ عربی میں صوم کے لغوی معنی: کسی کام سے رک جانے اور اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امام راغب لکھتے ہیں:

الصوم فی الاصل الامساك عن الفعل (مفردات)

شرع میں اس کے معنی صبح سے شام تک کھانے پینے، جنسی وظائف اور نامناسب کاموں سے

سے رک جانے کے ہیں۔

وَفِي الشرع امساك المكلف بالنية عن تناول المطعم والمشرب والاستمناء والاستقاء من الفجر الى المغرب (مفردات)

حضور کا ارشاد ہے:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (رواه البخاري عن ابی هريرةؓ)

زُوْر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو حق سے مختلف ہو۔ جھوٹ، باطل اور بے سود بات سب کو زُور کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے جو شخص حق کا حامل ہے، باطل سے اس کے یارانے، اس کے لیے سخت مُہلک ہیں، ایسے شخص کی ساری کمائی ضائع ہو جاتی ہے۔ محنت رائیگاں جاتی ہے اور اس کے مستقبل کو مزید بوجھل بنا کر رکھ دیتی ہے۔

لغت اور حدیث کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے "بدپرہیزی" جیسی خُوئے بد سے ناطے توڑنے کے لیے ایک اسلامی کورس ہے۔

اس پرہیز کے تین درجے مقرر کیے گئے ہیں۔ امام محمد بن عثمان البلخی رحمۃ اللہ علیہ نے عین العلم میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ادنیٰ درجہ اور کم از کم مرتبہ پرہیز کا یہ ہے کہ (دن بھر) وہ کھانے پینے اور جنسی عمل سے باز رہے۔

وادنی رتبته الكف عن الشهوتين وهو مناط الجواز ص۱۲۵

دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے۔

ثم كف الجوارح عن الاثم وهو مناط القبول ص۱۲۵

سب سے اعلیٰ اور اونچا مرتبہ یہ ہے کہ انسان نفس کو ماسوی اللہ (کی غلامی) سے بھی روک دے اور باز رکھے اور بالکل امید و بیم کے عالم میں رہے۔

ثم كف النفس عما سواه تعالى ...... وخفرا ان يخاف الرد و يرجو القبول

(عين العلم ص۱۲۶-۱۲۷)

روزے کا یہ وہ اونچا مقام ہے کہ جو خوش قسمت صلحاء اس مقام پر فائز ہو جاتے ہیں، ان کے روزہ رکھنے اور چھوڑنے کے انداز بھی بدل جاتے ہیں، وہ اب اگر "ماسوی اللہ" پر توجہ مرکوز

اور اس میں دلچسپی کا ارتکاب کرے گا تو وہ اسے اپنے حق میں یہ تصور کرے گا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عین العلم کے مندرجہ بالا مقام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

توضیحہ ان یصوم قلبہ ...... عن الہمم الدنیئۃ والافکار الدنیویۃ ویکف عمن سوی اللہ تعالیٰ بالکلیۃ ویحصل الفطر فی ہذا الصوم بالفکر فی غیر صفات اللہ تعالیٰ وآیاتہ ومصنوعاتہ والیوم الاٰخر ومقاماتہ وبالفکر فی امور الدنیا وشہواتہ ولہواتہ الا دنیا تراد للدین ضروریاتہ فان ذٰلک زاد الاٰخرۃ ومقدماتہ حتی قال ارباب القلوب من تحرکت ہمتہ بالتصرف فی نہارہ بتدبیر ما یستعمل فی افطارہ کتب علیہ خطیئۃ من اوزارہ فان ذٰلک من قلۃ الوثوق بفضل اللہ وکرمہ وقلۃ الیقین برزقہ ووعدہ (شرح عین العلم للملا علی قاری)

گو یہ بہت بڑا اونچا مقام ہے، جس پر صرف صلحائے امت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی پورے اتر سکتے ہیں۔ تاہم یہ بھی پرہیز کی ایک اونچی سٹیج ہے جو شخص اتنی اونچی پرواز کی سکت اور توفیق پاتا ہے اس کو اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

حدیث میں آیا ہے:

فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (بخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ)

"کیونکہ وہ (روزہ) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔"

"میرے لیے ہے" کے جملے میں یہی "سر اور راز" پوشیدہ ہے کہ اس نے محض خدا جوئی، خدایابی اور رضا کے لیے "ماسوی اللہ" کی ہر اس چیز سے ایک حد تک ناطے توڑ لیے جو کسی بھی درجہ میں "سیر الی اللہ" جیسے پاکیزہ سفر کو بوجھل بنا سکتی ہے۔ ظاہر ہے یہ اس پرہیز کی وہ معراج ہے جس پر انسان فائز ہو کر ملائکہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ جہاں روزے دار نے محض میرے لیے ان تمام "حجابات" کو پھاڑ ڈالا تھا، جو میرے راستہ میں حائل ہو سکتے تھے تو اب میں ان کو بلا واسطہ کیوں نہ نوازوں؟

قرآن حکیم نے بھی ماہِ رمضان کے روزے کی غایت یہی پرہیز بتائی ہے۔

یایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (پ۲- بقرہ ع۲۳)

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کیے گئے تھے تم پر بھی فرض کر دیے گئے

ہیں تاکہ تم پرہیز گاری کرو۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں۔

یعنی روزے سے سلیقہ آجاوے جی روکنے کا تو ہر جگہ روک سکو۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پرہیز اور "رکنے" کے کچھ نمونے بھی ذکر فرمائے ہیں جن میں تقریباً تقریباً اصولی باتیں سب آجاتی ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے روزے کی ماہیت اور حقیقت بیان فرمائی کہ:

روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں بلکہ صحیح روزہ "لغو اور رفث" سے رکنے کا نام ہے

ليس الصيام من الاكل والشرب انما الصيام من اللغو والرفث (موارد الظمآن ص۲۲۵)

لغو سے مراد، ہر وہ بات ہے جو دینی مآل کے اعتبار سے بے فائدہ اور لا حاصل ہو۔

رفث سے مراد بازاری گفتگو اور بات چیت ہے۔

فرمایا: جس دن تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اسے بازاری گفتگو کلام اور چلانے اور شور سے پرہیز کرنا چاہیے، اگر کوئی شخص تم سے گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے پر اتر آئے تو تم جواب میں صرف اتنا کہو کہ: بھئی! میں روزے سے ہوں! حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل انى امرؤ صائم (بخاری ص۲۵۵)

مسلم شریف میں ولا یصخب کے بجائے "ولا یجهل" بھی آیا ہے، یعنی "جہالت نہ کرے" جہل سے مراد ایسی حرکت ہے جو سنجیدگی، آدمیت، ہوش اور مناسب رویے کے خلاف ہو۔

اذا اصبح احدكم يوما صائما فلا يرفث ولا يجهل الحديث (مسلم ص۳۶۳/۱)

امام نووی فرماتے ہیں:

والجهل قريب من الرفث وهو خلاف الحكمة وخلاف الصواب من القول والفعل (شرح مسلم ص۳۶۳/۱)

آپ نے فرمایا: روزہ اس وقت تک ڈھال کا کام دیتا ہے جب تک کوئی اس کی دھجیاں نہ بکھیر دے۔ یعنی گلہ اور جھوٹ نہ بکے۔

الصيام جنة مالم يخرقها (رواه النسائى ص۲۵۳) قال الدارمى: يعنى بالغيبة (دارمى ص۱۵/۲)

(ورواه الطبراني في الاوسط من حديث ابي هريرة وزاد: قيل وبم يخرقها قال بكذب او بغيبة (الترغيب والترهيب للمنذري ص ۲۱۹ طبع هند)

دو خواتین روزہ رکھ کر مرنے والی ہوگئیں، حضور کو بتایا گیا تو آپ نے ان کو بلوا بھیجا اور ایک ایک سے فرمایا کہ قے کرے، چنانچہ ان کی قے میں پیپ، خون، گوشت اور خون ملی ہوئی پیپ نکلی، آپ نے فرمایا: کہ انھوں نے حلال چیز سے روزہ رکھ لیا تھا مگر حرام چیز سے کھول لیا تھا یعنی لوگوں کے گلے کیے تھے۔

فقاءت قيح ودم وصديد ولحم عبيط وغيره حتى ملأت القدح ثم قال ان هاتين صامتا عما احل الله لهما وافطرتا على ما حرم الله عليهما جلست احدهما الى الاخرى فجعلتا تاكلان من لحم الناس (رواه احمد، الترغيب والترهيب ص ۲۱۹)

الغرض: ماہِ رمضان کے روزے سے جہاں اور بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں اصولی طور پر ان سے غرض مناسب "پرہیز" کی سکت پیدا کرنا ہے تاکہ انسان کتاب وسنت کے احکام اور شرائع کو اختیار کر کے بوجہ "بد پرہیزی" جیتی ہوئی بازی ہار نہ دے۔ کیونکہ بد پرہیزی کی موجودگی میں دوا کام نہیں دیتی ـــــ بسا اوقات اس کوتاہی کی وجہ سے مرض اور خطرناک لائنوں پر پڑ جاتا ہے اور قوت بخش اور پاکیزہ غذا گندگی کے چند چھینٹوں کی وجہ سے نہ صرف بیکار ہو جاتی ہے بعض اوقات متعفن بھی ہو جاتی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ کتاب وسنت کے اعمال اور مسنون طرزِ حیات رنگ لائیں اور یہ اکسیریں مٹی کی حقیر ڈھیری بن کر حسرت وحرماں کی موجب نہ بنیں تو پھر ضروری ہے کہ آپ بد پرہیزی ترک کر دیں، نیکی کے ساتھ بدی کا ارتکاب نہ کریں۔ ماہ رمضان کے روزے اس "جوہر" کی تخلیق کے لیے اپنی خدمات آپ کو پیش کرنے لگے ہیں، اس کو غنیمت تصور کریں۔ "رکنا، باز رہنا اور پرہیز کرنا" روزے کی سوغات ہیں، اس میدان میں راسخ ہو کر نکلیں، ماسوی اللہ کے غلط چرکوں سے اپنے دین وایمان کو محفوظ کر لیں۔

انسان کو جو چیز بدی کی طرف زیادہ مائل کرتی ہے، وہ نفس امارہ کا فتنہ ہے۔ مگر یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بھوک وپیاس اور قدم قدم پر اس کو لگام دینے سے، اس کی مزاحمت کم ہو جاتی ہے، زور گھٹ جاتا ہے، سرکشی میں فرق پڑ جاتا ہے اس لیے اب اگر انسان کامیاب پرہیز" کی توفیق سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے تو روزوں کا دامن تھام لے۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

الکتاب والحکمۃ

عزیز زبیدی - وار برٹن

ناہنجار اور کم سواد حکمرانوں سے نجات کیلئے دعائیں

فَقَالُوا عَلَى اللهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (پ ۱۱ - یونس ع ۹)

ہمیں ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا۔ تو وہ بولے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا! اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت سے منکرین حق (کے شکنجہ) سے چھٹکارا دے۔

یہ سیاسی مصائب اور جبابرہ کی استبدادی چیرہ دستیوں کا ذکر ہے، فراعنۂ مصر نے جب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور وہ ان سے ڈرنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا۔

"اے بھائیو! اگر خدا پر تمہارا ایمان ہے اور سچے ہی مسلمان ہو تو پھر خدا پر بھروسہ کرو۔"

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ۔ (پ ۱۱ - یونس ع ۹)

ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلم کسی سے ڈر کر راہِ حق سے انحراف نہیں کیا کرتے اور اللہ پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں، ہمت نہیں ہارتے۔ اس لیے بالآخر فتح مومنین کی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (پ ۴ - العمران ع ۱۴)

"اگر تم (سچے) مومن ہو (تو) ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو، تم ہی غالب رہو گے۔"

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب ارشاد مسلمانوں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور ساتھ ہی خدا سے دعائیں بھی کیں کیونکہ دعائیں توکل کے منافی نہیں ہیں۔ یقین کیجیے یہی نسخہ ہر زمانے میں کام آسکتا ہے، بشرطیکہ ایمان قائم ہو!

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (پ ۹ - الاعراف ع)

ثابت قدم رکھیو۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر (کی پکھالیں) انڈیل دے اور مسلمانی کی حالت میں ہم کو دنیا سے اٹھالے۔"

فرعون کے جادوگر مات کھا کر جب مسلمان ہو گئے تو فرعون غصے سے بے قابو ہو کر بولا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر الٹا لٹکا دوں گا۔ وہ جواب میں بولے:۔

ہمیں اب تیرا کلہے کا ڈر، ہمیں تو صرف اسی ذات پاک کا ڈر ہے، جس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ ہم چورا چکے نہیں کہ ہمیں ہمارا ضمیر ملامت کرے، جرم ہے تو صرف یہ کہ: ہم ایمان لے آئے اور حق کی آواز پر لبیک کہا۔

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ہ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا (ایضاً)

ترجمہ۔ وہ لگے کہنے (کہ ہم تیری اس دھمکی سے ڈرتے نہیں) ہم کو تو (مر کر) اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے اور تو نے ہم میں قصور ہی کیا پایا ہے یہی نا کہ جب ہمارے رب کے معجزے ہمارے سامنے آئے تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔

فرعون اور اس کے شر سے بچا۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پ۲۸۔ التحریم ع۲)

ترجمہ:۔ اے میرے رب! اپنے پاس بہشت میں میرے لیے ایک گھر بنا اور مجھ کو فرعون اور اس کے کردار (کی نحوست) سے نجات دے اور (نیز) مجھے بے انصاف لوگوں سے چھٹکارا دے۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ کو پالا تھا اور آپ کی پاک زندگی سے واقف تھی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسلام پیش کیا تو وہ بھی مسلمان ہو گئیں، اس پر سرکش فرعون کو جو تاؤ آیا ہو گا، ظاہر ہے، بس ان کے اسی شر اور فتنہ سے بچنے کے لیے انھوں نے رب سے دعا کی۔

جب کوئی صالح جماعت اور حق پرست عوام اسی قسم کے سیاسی فتنوں میں مبتلا ہو جائیں تو انھیں اسی قسم کی دعائیں کرنا چاہئیں۔ اگر خلوص اور جذبہ کے ساتھ یہ دعائیں کی جائیں تو وہ ضرور رنگ لائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

میں عاجز ہوں میری مدد فرما۔ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ۲۷۔ القمر ع۱)

"(الٰہی!) میں عاجز ہوں، اب تو ہی ان سے بدلہ لے۔"

جب حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو حق کی طرف بلایا تو انھوں نے ان کو جھٹلایا، ان کو پاگل کہا اور دھمکی دی۔ اس پر انھوں نے مندرجہ بالا دعا کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ حق کا بیڑا

غرق کیا، اور یہ مٹھی بھر لوگ فتح یاب اور کامران رہے۔

الٰہی! ان کو فنا کر دے۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (پ ۲۹ - نوح ع ۲)

اے میرے رب! (روئے) زمین پر منکرینِ حق میں سے ایک شخص بھی (زندہ) مت چھوڑ، اگر تو نے ان کو (زندہ) رہنے دیا (تو) یہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور یہ جو بھی جنیں گے منکر اور غنڈے ہی جنیں گے۔

یہ بددعا اس وقت کی جائے جب اصلاحِ حال کے لیے مناسب اور ممکن کوشش کے بعد مایوسی یقینی ہو جائے تاکہ اب ان کی جڑ ہی کٹ جائے۔ جس بے کار عضو سے جسم و جان کو یقینی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اسے بالآخر کاٹ ہی پھینکنا چاہیے

تو ہی فیصلہ کر۔ رَبِّ إِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ ۱۹ - الشعراء ع ۶)

میرے رب! میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے۔ اب آپ ہی میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا ہوا فیصلہ کر دیجیے اور مجھے اور میرے ساتھ ان کو جو ایمان والے ہیں، نجات دیجیے!"

حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ:

جو شخص دین کو ضرر پہنچا رہا ہو اس کے لیے بددعا کرنا کمال صبر و حلم کے منافی نہیں ہے۔

بدقماش طبقہ سے نجات کے لیے دعا۔ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ (پ ۲۰ - عنکبوت ع ۳)

"اے میرے رب! مجھے بدقماش گروہ پر غالب کر دے۔"

حضرت لوط علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب بری نیت سے بُرے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اب بھی اگر صالح لوگ ایسے نا ہنجاروں کے نرغہ میں آ جائیں تو انہیں ایسی دعائیں کرنا چاہئیں۔ جن لوگوں کے دم قدم سے برائی کا بول بالا ہوتا ہے اور جن کی زندگیاں حق کی راہ میں روڑا بن جاتی ہیں۔ ان پر غلبہ پانے کے لیے یہ پاک دعائیں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔

الٰہی! اس سے جیل بھلی۔ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (پ ۱۲ - یوسف ع ۴)

اے میرے رب! وہ جس (ناشائستہ حرکت کی) طرف (وہ) مجھے بلا رہی ہیں، قید (میں)

رہنا مجھے اس سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اور اگر تو نے چالوں کو مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

یہ دعا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس وقت کی جب ارباب اقتدار کے درون خانہ کی فرمائش قبول کرنے سے انھوں نے انکار کر دیا اور ملکہ معظمہ نے ان کو دھمکی دے ڈالی تھی کہ پھر آپ جیل کے لیے تیار رہیں۔

یقین کیجیے! جو لوگ شاہان وقت کی بھونڈی خدائی کے سامنے اکڑ کر جیل میں چلے جاتے ہیں وہ سنت یوسفی پر عمل کرتے ہیں۔ اگر جیل کو جاتے وقت دعائے یوسفی کا ورد جاری رکھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو تختۂ دار سے اٹھا کر تخت شاہی پر متمکن کر دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لیجیے۔

الٰہی ان سے یہ سب کچھ چھین لے۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ٥ (پ ۱۱۔ یونس ع ۹)

(حضرت موسیٰ نے دعا کی) اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو (اس) دنیا کی زندگی میں (بڑی شان و شوکت اور دھن دولت دے رکھی ہے، اور ہمارے رب! (تاکہ یہ بد لوگ) تیرے رستے سے بہکائیں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں پر جھاڑو پھیر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ یہ لوگ عذاب دردناک دیکھے بغیر ایمان ہی نہ لائیں۔

جو ارباب اقتدار اور حکمران، دین حق پر بوجھ، اور عدل و انصاف کے سلسلے میں بے رحم واقع ہوتے ہیں ان کے لیے یہ بددعا ضرور کرنی چاہیے۔ اگر دعا کرنے والے لوگ خود حامل دین ہوں گے تو ان کی دعا ضرور قبول ہو گی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا پر فرمایا۔

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (پ ۱۱۔ یونس ع ۹)

(اللہ نے) فرمایا: کہ تم دونوں (بھائیوں) کی دعا قبول ہوئی تو تم دونوں ثابت قدم رہو اور (دین سے) ان بے خبروں کے رستے پر نہ چلنا۔"

یعنی: دعا تو قبول ہوئی، ان ظالموں کا حشر ایسا ہی ہو گا، لیکن اس کامیابی کے بعد تم اور تمہاری جماعت انہی راہوں پر نہ چل پڑے جس راہ پر چل کر ان ناہنجاروں کا یہ انجام ہوا۔ اس حکم سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ جو لوگ بے دینی اور ظلم کے خلاف آواز بلند کر کے تخت الٹ دیتے ہیں، اگر اقتدار پر قابض ہو کر وہ خود انہی راہوں پر چل پڑتے ہیں تو پھر ان کے اس انجام سے بھی وہ بچ نہیں سکیں گے۔ جس کا انھوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

بشر خوش بخت ہے وہ کامراں ہے!

حسیں دنیا ہے، قلبِ ناتواں ہے
الٰہی، کتنا مشکل امتحاں ہے

کسے آواز دوں راہِ فنا میں
کوئی ہمدم نہ کوئی رازداں ہے

خطاؤں پر عطاؤں کی نوازش
مرا اللہ کتنا مہرباں ہے

جو مستغرق ہیں فکرِ آخرت میں
گناہوں کی انہیں فرصت کہاں ہے

گیا بچپن، ہوئی رخصت جوانی
اب اس کے بعد کیا ہو گا؟ عیاں ہے

ہے بالوں سے ہویدا صبحِ پیری
مگر تیری ہوس اب بھی جواں ہے

چڑھا اور ڈھل گیا سورج، مگر تو
ابھی تک کشتۂ خوابِ گراں ہے

خدا کی یاد سے غافل جو گزرا
وہ لمحہ لمحہ تیرا رائگاں ہے

ہے جس کے پاس زادِ راہِ عقبیٰ
بشر خوش بخت ہے وہ کامراں ہے

بہاروں سے نہ ہو مانوس عاجزؔ
بہاروں کے پسِ پردہ خزاں ہے

الحدیث والسنۃ

عزیز زبیدی۔ واربرٹن

اَللّٰھُمَّ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِیْ نِعْمَۃً اُکَافِیْہِ بِھَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

(کنز العمال عن معاذ)

بدلوگوں کے احسان سے بچیں۔ الٰہی! مجھے کسی فاسق فاجر کا زیر بار احسان نہ کیجیے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس کا معاوضہ (ادا) کرنا پڑے۔

دنیا اس وقت کسی راہزن کی رہنمائی کو قبول کرتی ہے، جب وہ اس کے زیر بار احسان ہو جاتی ہے، اگر یہ "منحوس ممنونیت" اس کے گرد گھیرا ننڈ ڈالے تو یقین کیجیے کہ ان راہزن رہنماؤں کی زندگی میں اس کے سوا کوئی کشش باقی نہیں رہتی کہ مادی دنیا اس کے پیچھے پھرتی رہے ــــ اس لیے ناہنجار اور کم سواد حکمرانوں کے نرغہ سے جو باضمیر اور باغیرت لوگ بچنا چاہتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے زیر بار احسان ہونے سے اس طرح بھاگیں جس طرح تیر کمان سے کوا بھاگتا ہے۔

اپنے دشمنوں کا دشمن بنا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا ھَادِیْنَ مُھْتَدِیْنَ غَیْرَ ضَالِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ سِلْمًا لِّاَوْلِیَائِکَ وَحَرْبًا لِّاَعْدَائِکَ نُحِبُّ بِحُبِّکَ مَنْ اَحَبَّکَ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ مِنْ خَلْقِکَ (کنز العمال عن ابن عباس)

الٰہی! ہمیں راہ یاب رہنما بنا دے، بے راہ نہ بے راہ کرنے والے، اپنے دوستوں کا نیاز مند اور اپنے دشمنوں سے برسرپیکار، تیری مخلوق میں سے جو تجھے چاہے، ہم بھی تیری محبت کی وجہ سے اسے چاہیں اور جو تیری مخالفت کرے ہم بھی اسے اپنا مخالف سمجھیں۔

بدلوگوں کے ممنون ہونے سے بچنے کے ساتھ ساتھ، خدا سے یہ بھی دعا جاری رکھیں کہ حق تعالیٰ ان کو اس امر کی توفیق دے کہ جو لوگ اس سے پیار کرتے ہیں ہم بھی ان پر جان چھڑکیں اور جو لوگ خدا کی راہ میں روڑا بنتے ہیں، ان کے اس دین دشمن رویہ کے خلاف احتجاج کرنے اور ان کو چیک کرنے کی ہمیں ہمت عطا کرے۔

الٰہی! ان کی بنیادیں ہلا دیں۔ اَللّٰھُمَّ عَذِّبِ الْکَفَرَۃَ وَاَلْقِ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ وَ

وَخَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَانْزِلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ اَللّٰهُمَّ عَذِّبِ الْكَفَرَةَ اَهْلَ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ يَجْحَدُوْنَ اٰيَاتِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيَتَعَدَّوْنَ حُدُوْدَكَ وَيَدْعُوْنَ مَعَكَ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (کنز العمال عن سمرۃ)

الٰہی! منکرینِ حق کو (سخت) عذاب دے، ان کے دلوں میں (حق اور اہلِ حق) کا رعب ڈال دے ان کے نعرہ اور پروگراموں میں اختلاف پیدا کر دے، اور ان پر اپنا قہر اور عذاب نازل کر! الٰہی! منکرینِ حق کو (خود ہی) جوتے لگا وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک لوگ، بہر حال جو بھی تیری آیات کا انکار کرتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیری راہ سے (خلقِ خدا کو) روکتے ہیں اور تیری مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتے ہیں، اور تیرے ساتھ کسی دوسرے معبود کو بھی پکارتے ہیں (حالانکہ) تیرے سوا اور کوئی خدا نہیں، تو بابرکت اور اونچی ذات ہے اور ان تمام اور (ہفوات) سے برتر ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔

حق کی راہ مارنا اصل میں غیر مسلم لوگوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔ اگر مسلم ہو کر کوئی یہ فریضہ انجام دے اور اپنی کرسی کو بچانے کے لیے احکم الحاکمین کو پس پردہ رکھنے کی کوشش کرے تو وہ اس امر کا سزاوار ہے کہ مناسب تبلیغ کے باوجود اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو اس کے خلاف بھی خدا کے حضور فریاد کی جائے۔

الٰہی ان کو شکست دے - اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ (بخاری وغیرہ)

الٰہی! اے کتاب (پاک) کے اتارنے والے، اے بادلوں کو چلانے والے، اے لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے اور ان پر ہمیں فتح دے۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ (بخاری مسلم)

الٰہی! اے قرآن کے اتارنے والے، اے حساب میں جلدی کرنے والے (دشمنانِ حق کے) لشکروں کو شکست دے، الٰہی ان کو شکست دے، ان کو ڈگمگا دے۔

جب جاہ پرستوں سے مقابلہ ہو جائے تو اس وقت خدا سے یہ دعائیں کی جائیں، مقصد یہ ہے کہ ان کا مقابلہ بھی کیا جائے اور اپنی فتح و نصرت اور دشمنِ دین کی شکست کے لیے دعائیں بھی کی جائیں!

الٰہی تو ہمارا مددگار اور ہماری قوت ہے ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ (ابوداؤد۔ ترمذی)

الٰہی! تو میرا بازو ہے اور تو ہی میرا حمایتی اور تیری ہی قوت کے ساتھ دفاع کرتا ہوں اور تیرے ہی سہارے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے (ان سے) جنگ کرتا ہوں۔

رَبِّ بِکَ اُقَاتِلُ وَبِکَ اُصَاوِلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (رواہ النسائی)

میرے رب! تیری مدد سے جنگ کرتا ہوں اور تیرے ہی سہارے حملہ کرتا ہوں، تیرے بغیر میں کچھ نہیں۔

میرے رب تو ہی ان کو روک ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

الٰہی! ہم تجھے ان کے مقابلے میں کرتے ہیں اور تجھ سے ہی ان کے شر سے پناہ چاہتے ہیں۔ یقین کیجیے! آج کل اس دعا کے پڑھنے کا بڑا وقت ہے کیونکہ حاملین حق چارسُو۔ منکرین حق کے نرغہ میں ہیں اور وہ فتنے پوری کروفر کے ساتھ حق کا راستہ روک رہے ہیں۔

الٰہی مجھ پر مخالف کو غالب نہ کر ۔ رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ (ترمذی وغیرہ)

اے میرے رب! میری مدد کر اور میرے مخالف کی مدد نہ فرما، مجھے فتح دے، مجھ پر کسی کو فتح نہ دے، میرے حق میں تدبیر کر۔ میرے مقابلے میں کسی کی تدبیر نہ چلا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا (ترمذی وغیرہ)

الٰہی ہمارا انتقام اس سے لے جو ہم پر ظلم کرے اور ہمیں اس پر غلبہ دے، جو ہم سے دشمنی کرے اور ہمارے دین میں ہمارے لیے مصیبت نہ پیدا کر اور نہ دنیا کو ہمارا مقصود اعظم بنا۔ اور نہ ہماری معلومات کی انتہا اور نہ ہماری رغبت کی منزلِ مقصود اور نہ ہم پر اس کو حکمران کر جو ہم پر ترس نہ کرے۔

دعائے نازلہ ۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَدَمِّرْ عَلٰی اَعْدَاءِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ عَسَاکِرَ الْمُسْلِمِیْنَ

الٰہی! اسلام اور اہلِ اسلام کی مدد فرما اور دشمنانِ دین کا ناس کر، الٰہی عساکرِ اسلام کو فتح دے

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَذِلِّ الْکَفَرَۃَ وَالْمُشْرِکِیْنَ۔

الٰہی! اسلام اور اہلِ اسلام کو غلبہ دے اور منکروں اور مشرکوں کو ذلیل کر۔

اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَآئَکَ۔

الٰہی! ان منکروں پر پھٹکار کر جو تیری راہ مارتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَلْقِ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَکَ وَرِجْزَکَ وَعَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِق۔

الٰہی! مخالف کر ان کی گفتگو اور ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دے۔ اور ان کی زندگی کا قافیہ تنگ کردے، ان پر اپنی دبا اور دکھ نازل کر۔

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْ جَمْعَھُمْ وَشَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَدَمِّرْ دِیَارَھُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَخَرِّبْ بُنْیَانَھُمْ وَاَنْزِلْ بَاْسَکَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔

الٰہی ان کو تتر بتر کردے، ان کے حالات پراگندہ کر، ان کی چھاؤنیاں اور اڈے تباہ کر دے۔ ان کے پاؤں متزلزل کردے، اور ان کے دیس ویران کردے اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل کر جو مجرم اقوام کے لیے متعین ہے۔

گو کہ مشہود دعائیں دشمنانِ دین کفار کے سلسلے کی ہیں، لیکن ان کی ذات کی بات نہیں بلکہ ان کی کچھ خصوصیات کی بات ہے۔ مثلاً حق کی راہ میں روڑے اٹکانا، دین اسلام کے اجرا ب مزاحمت کرنا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی مخالفت کرنا اور خدا کے دوستوں کو دکھ دینا ـــــ اگر یہی کام کلمہ پڑھ کر کوئی نام نہاد مسلمان کرتا ہے، تو ان کے خلاف بھی ایسی دعائیں کرنے میں کوئی محظور نہیں ہے اور نہ ہونا چاہیے! ـــــ ورنہ وہی بات ہوگی کہ: مولوی صاحب کے قبلہ رُو پیشاب تو تیر ابیٹا بھی کرتا تھا، تو تاویل فرمائی، گو اپنا رُخ ادھر ہوگا، پیشاب کی دھار کا رخ تو دوسری طرف ہوگا ـــــ یعنی غیر کرے تو گردن زدنی اگر اپنا کرے تو عین دین بن جائے، یہ دین نہیں، بے دینی ہے۔ ہم نے قرآن وحدیث کے مطالعہ میں یہ بات صاف طور پر دیکھی ہے کہ: اپنے غیظ وغضب کا جہاں ذکر کیا ہے، وہاں ان کی ذات کی بات نہیں بلکہ ان کے کرتوت گنوائے ہیں کیونکہ اگر بات ذات کی ہوتی تو ان کو ویسے گھر بیٹھے ہی ملیا میٹ کر دیا جاتا،

بلکہ اس کا ان کو حق حاصل ہے کہ جو نظریہ چاہیں وہ رکھیں، اصل جھگڑا ان کی ان مساعی کا ہے۔ جو دینِ اسلام کی راہ روکنے کے لیے وہ انجام دیتے ہیں اور محض جرمِ حق کی پاداش میں دینی محاذ اور حاملین حق کو دکھ دیتے ہیں۔ جب بات اصل مساعی کی ٹھہری تو پھر اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ کر اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہو کر وہ سبھی فتنے برپا کرے اور وہ ساری شرارتیں اختیار کرے جو منکرینِ حق اختیار کیا کرتے ہیں تو وہ گھریلو مسئلہ بن جائے، بالکل غلط بات ہے۔ ہمارے نزدیک ان کی اسی طرح مزاحمت کی جائے جس طرح پیدائشی منکرینِ حق کی شرارتوں کی کی جا سکتی ہے۔

قاضی عبدالعزیز عزیزؔ

نعت

اے سونے والو اٹھو رحمت جگا رہی ہے
بادِ صبا جناں سے پیغام لا رہی ہے

صلِّ علیٰ محمدؐ ، صلِّ علیٰ محمدؐ
بلبل چمن چمن میں یہ گیت گا رہی ہے

صلِّ علیٰ کی خوشبو پھوٹی کلی کلی سے
پھولوں کی پتی پتی تانیں اڑا رہی ہے

قسمت ہے عاشقانِ درود و سلام کی
یعنی صدائے مسلم تا عرش جا رہی ہے

توصیف مصطفیٰؐ کی تعریف انبیاؑ کی
تمجید کبریا کی قدرت سنا رہی ہے

ایمان مردہ دل کا درمان مضمحل کا
رومانِ آب و گِل کا اس کی ثنا رہی ہے

اسلام کا یہ تحفہ سعی نبی کا ثمرہ ،
اس کے کرم کا صدقہ دنیا جو پا رہی ہے

ہاں اے شفیع عالم سردارِ نوعِ آدم
ہجراں نصیب ہیں ہم فرقت ستا رہی ہے

نذرِ عزیزؔ ہے یہ تیری ہی چیز ہے یہ
اس کی زبان وقفِ صلِّ علیٰ رہی ہے

(بہ تغیر)

دارالافتاء

عزیز زبیدی

استفتاء

ایک صاحب پوچھتے ہیں:۔

۱۔ ایک شخص بیمار ہے روزے نہیں رکھ سکتا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا ہے۔ اب وہ کیا کرے۔

۲۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کھا پی لے تو کیا اس کو صرف اسی روزہ کی قضا دینا ہو گی جو توڑا ہے یا اس کو اور دو ماہ کے روزے بھی رکھنے ہوں گے۔ (مختصراً)

الجواب

بیمار اور روزے ۔ حاضر (یعنی موجودہ) رمضان کے روزے رکھے۔ بعد میں پہلے رمضان کی قضا دے اگر درمیان میں صحت ہو گئی، ورنہ صرف فدیہ دے کیونکہ اب یہ غیر مستطیع کے حکم میں ہے۔ الا یہ کہ وہ اب تندرست ہو جائے۔

عن عطاء انه سمع اباهريرة يقول فى الرجل يمرض فى رمضان فلا يصوم حتى يبرأ ولا يصوم حتى يدركه رمضان آخر قال يصوم الذى حضره و يصوم الآخر و يطعم مع كل ليلة مسكينا رواه الدارقطنى وقال: اسناده صحيح ص۲۴۶)

عن ابى هريرة فيمن فرط فى قضاء رمضان حتى ادركه رمضان آخر قال يصوم هذا مع الناس و يصوم الذى فرط فيه و يطعم لكل يوم مسكينا اسناده صحيح موقوف و فى رواية: فى رجل مرض فى رمضان ثم صح و لم يصم حتى ادركه رمضان آخر قال يصوم الذى ادركه و يطعم عن الاول لكل يوم مدا من حنطة لكل مسكين فاذا فرغ فى هذا صام الذى فرط فيه، اسناد صح موقوف (دارقطنى ص۲۴۶) وفى رواية انه قال اذا لم يصح بين الرمضانين صام عن هذا و اطعم عن الماضى ولا قضاء عليه و اذا صح ولم يصم حتى ادركه رمضان آخر صام هذا و اطعم عن الماضى فاذا افطر قضاه، هذا اسناد صحيح (دارقطنى ص۲۴۶)

عطاء عن ابی ھریرۃ قال: ان انسان مرض فی رمضان ثم صح فلم یقضہ حتی ادرکہ شھور مضان اخر فلیصم الذی احدث ثم یقض الاخر ویطعم مع کل یوم مسکینا۔

عبدالرزاق ص۲۳۴

ان آثار سے پتہ چلتا ہے کہ: اگر شرعی عذر کے بغیر روزوں کی قضا نہیں دی تو اب موجودہ رمضان کے روزے رکھ کر پہلے کی پھر قضا دے اور روزانہ ایک مسکین کو فدیہ بھی دے۔

اس مسئلہ میں کافی اختلاف ہے کہ اب قضا کے ساتھ فدیہ بھی دے تو گیا روزوں کی قضا بھی دے امام شوکانی فرماتے ہیں فدیہ ضروری نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر بیمار رہا ہے تو روزوں کی قضا کی ضرورت نہیں ہے صرف فدیہ دے دے اور یہی مذہب ابوہریرہؓ کا بھی ہے۔

روینا عن ابن عمر وابی ھریرۃ فی الذی لم یصم حتی ادرکہ رمضان اخر یطعم ولا قضا علیہ (بیھقی ص۲۵۳)

سال سعید بن یزید..... نافعا مولی ابن عمر عن رجل مرض فطال بہ مرضہ حتی مر بہ رمضانان او ثلثۃ فقال نافع کان ابن عمر یقول: من ادرکہ رمضان ولم یکن صام رمضان الخالی فلیطعم مکان کل یوم مسکینا مدا من حنطۃ ثم لیس علیہ قضا (دارقطنی ص۲۲۵)

ہمارے نزدیک مسلک اقرب الی الصواب یہ ہے کہ: بیمار جب صحت پائے ان کی قضا دے بیماری کی وجہ سے اللہ نے جو گنجائش اور مہلت دی ہے، اس کے شکریہ کے طور پر اگر روزانہ فدیہ بھی دے دیا کرے تو گنجائش ہے۔ اگر دوسرا رمضان بھی بیماری میں کٹ گیا ہے تو پھر حاضر کی طرح ماضی کے روزوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب وہ غیر مستطیع لوگوں کی صف میں آگیا ہے۔ اتنی طویل بیماری کی وجہ سے ان کا مستقبل اب بالکل غیر یقینی ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

جان بوجھ کر کھا پی لیا۔ کسی شرعی عذر کی بنا پر کھا پی لیا ہے، جیسے بھول چوک سے تو روزہ کا ٹوٹنا تو کجا، اسے رب کی مہمانی کا شرف حاصل ہو گیا۔

من نسی وھو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اللہ اطعمہ وسقاہ (مسلم۔ ابوھریرۃ)

اگر بھول کر جماع کا مرتکب ہوا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (تنقیح الرواۃ ص۲۵)

وقال ابو ھریرۃ:

من افطر فی شهر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ (دارقطنی) اور "رفع عن امتی الخطاء والنسیان" الحدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (بدایۃ المجتہد ص۳۰۲ ج۱)

اگر کسی شرعی عذر کے بغیر عمداً کھا پی کر روزہ توڑ ڈالا ہے تو اس کے ذمہ اس کی صرف قضا ہے لیکن وہ فضیلت اور درجہ جو رمضان میں روزہ رکھ کر حاصل کیا جا سکتا ہے، وہ عمر بھر رکھ کر بھی حاصل نہیں ہو سکے گا۔

من افطر یوما من رمضان فی غیر رخصۃ رخصہا اللہ لہ لم یقض عنہ صیام الدھر (ابوداؤد مع عون المعبود ص۲۸۵ بسند ضعیف) وفی روایۃ احمد: ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ (مشکوٰۃ باب تنزیہ الصوم)

باقی رہا کفارہ؟ سو وہ صحیح نہیں، اجماع پر بھی اس کو قیاس کرنا مناسب نہیں ہے۔ وقال البخاری:

ان الکفارۃ فی الجماع فقط واما فی الاکل والشرب فلا قضاء ولا کفارۃ فی دار الدنیا امرہ مفوض الی دار الاخرۃ وتمسک بحدیث الباب لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ (العرف الشذی ص۲۹۲)

کفارہ کے ساتھ امام بخاریؒ کا یہ فرمانا کہ اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ محل تامل ہے۔

وقاع یا افطار۔ اصل وجہ اختلاف یہ ہے کہ جس صحابی کو روزے میں جماع کے ارتکاب پر قضا اور کفارہ کا حکم ہوا ہے، اس کی علت اور مبنیٰ کیا ہے؟ صرف ارتکابِ وقاع یا عمداً افطار (روزہ توڑنا) مالکی اور حنفی ائمہ کا نظریہ ہے کہ اصل وجہ دوسری صورت ہے۔ شوافع اور حنابلہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اصل سبب پہلی صورت ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ: عمداً توڑنا اگر اس کی علت ہوتی تو عمداً قے کرنے پر بھی روزہ ٹوٹ جاتا اور کفارہ بھی لازم ہوتا۔ حالانکہ جمہور کفارہ کے قائل نہیں ہیں۔ وقال ابن الملک:

والاکثر انہ لا کفارۃ علیہ (تحفۃ الاحوذی ص۴۲ ج۲)

فان استقاء عمداً ملأ فیہ فعلیہ القضاء والقیاس متروک بہ ولا کفارۃ لعدم الصورۃ (ھدایہ ص۲۱۱)

حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ومن استقاء عمدا فلیقض (ترمذی وقال: حسن غریب)

اس میں قضا کا ذکر ہے۔ کفارہ کا نہیں ہے۔ گو اس حدیث میں علی الانفراد کلام ہے لیکن مجموعی لحاظ سے قابل احتجاج ہے۔

ولہ طرق مختلفۃ ینتہض معہا الاستدلال (الروضۃ الندیۃ ص۱۴۵)

قال الشوکانی، وقد ذہب الی ہذا علی وابن عمر وزید بن ارقم وزید بن علی والشافعی والناصر والامام یحیی حکی ذلک عنہم فی البحر (نیل ج۴ ص۱۴۷)

الفطر مما دخل، اس سے اس نظریہ کا بھی ابطال ہو گیا کہ روزہ صرف اس سے ٹوٹتا ہے کہ کوئی چیز اندر داخل ہو، جو چیز باہر نکلے اس سے نہیں ٹوٹتا۔

الفطر مما دخل (ھدایۃ ص۲۲)

حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور عکرمہ وغیرہ سے بھی اس قسم کے آثار منقول ہیں۔ (نصب الرایہ ص۴۵۴)

معلوم ہوتا ہے کہ اس سے عام معمولات مراد ہیں جیسے پیشاب، پاخانہ یا خون کا اخراج وغیرہ ورنہ عمداً قے یا منی کا اخراج دونوں سے روزہ کا ٹوٹنا معروف بات ہے، حالانکہ اخراج ہے ادخال نہیں ہے۔

او قبل او لمس ان انزل قضی والا فلا (شرح وقایۃ ص۲۴۵)

ومن جامع فیما دون الفرج فانزل فعلیہ القضاء لوجود الجماع معنی ولا کفارۃ علیہ لانعدامہ صورۃ (ھدایۃ ص۲۲)

لطیفہ: ایک اور صورت بھی جس میں دخول بھی ہے لیکن ان بزرگوں کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے چوپایہ یا مردہ سے وطی بشرطیکہ انزال نہ ہو۔

ولو وطی میتۃ او بھیمۃ ...... ان انزل قضی والا فلا (شرح وقایہ ص۲۴۵)

اصل بات یہ ہے کہ یہ بزرگوں کی بزرگانہ باتیں ہیں۔ صحیح وہ ہے جو حدیث سے ثابت ہے باقی سب ہیچ۔

کفارہ پر قیاس صحیح نہیں۔ کھانے پینے کو عمداً جماع کے کفارہ پر قیاس کیا جاتا ہے، جو اصولاً غلط ہے، کیونکہ نماز کی رکعتوں، نصاب زکوٰۃ، مقادیر حدود اور کفارات میں قیاس جائز نہیں ہوتا۔

کاعداد الرکعات ونصب الزکوٰۃ ومقادیر الحدود والکفارات (التلویح شرح التوضیح ص۴۳۱)

قال الشوکانی، واختلفوا ایضا ھل یجری القیاس فی الحدود والکفارات ام لا فمنعہ الحنفیۃ وجوزہ غیرھم (ارشاد الفحول ص۱۹۶)

قال الغزالی:

قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا قیاس فی الکفارات (المستصفی ص۵۵ ج۲)

تنقیح المناط: چونکہ احناف کھانے پینے کو جماع والے کفارہ پر قیاس کرتے ہیں، مگر اصولی طور پر وہ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے نزدیک کفارہ کے سلسلے میں قیاس جائز نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے اس سقم کو ہضم کرنے کے لیے یہ تاویل کی ہے کہ: ہم نے قیاس نہیں کیا بلکہ تنقیح المناط سے کام لیا ہے اور یہ قیاس نہیں ہے۔

ولعلک علمت مما قلنا، ان ایجاب الکفارۃ بالاکل والشرب لیس من جھۃ القیاس بل بتنقیح المناط وھو غیر قیاس (فیض الباری شرح بخاری ص۱۶۱ ج۳ وعرف الشذی ص۳)

اذا علمت ھذا، فاعلم ان الامام اباحنیفۃ لم یقس الاکل والشرب علی الجماع ولا شبھما بہ بل عمل بتنقیح المناط (البدر الساری فیض الباری ص۱۶۱ ج۳)

مگر یہ بات بھی محل نظر ہے، تحقیق المناط قیاس کی ہی ایک قسم ہے غیر نہیں ہے۔ امام صفی ہندی فرماتے ہیں کہ: یہ بھی قیاس ہے جو مطلق قیاس کے تحت مندرج ہے، جو اصطلاحی قیاس سے عام ہے۔ قال الصفی الھندی۔

والحق ان تنقیح المناط قیاس خاص مندرج تحت مطلق القیاس وھو عام یتناولہ وغیرہ (ارشاد الفحول ص۱۹۲)

واعلم انھم قد جعلوا القیاس من اصلہ ینقسم الی ثلثۃ اقسام قیاس علۃ وقیاس دلالۃ وقیاس فی معنی الاصل وقیاس العلۃ ما صرح فیھا لعلۃ ..... وقیاس الدلالۃ ھو ان لا یذکر فیھا لعلۃ بل وصف ملازم لھا ..... والقیاس الذی فی معنی الاصل ھو ان یجمع بین الاصل والفرع بنفی الفارق وھو تنقیح المناط کما تقدم (ص۱۹۵)

وقال الغزالی: انہ نوع من القیاس الا ان القیاس ابداء للجامع والتنقیح الغاء الفارق (فیض الباری ص۹۵ مقدمہ)

احناف نے تنقیح المناط کی جو تعریف کی ہے وہ خود اس امر کی غماز ہے کہ وہ عمل قیاس کا ایک حصہ ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

واما تنقیح المناط فھو تتبع المناط لحکم ورد من قبل الشرع وذلک من وظیفۃ المجتھد فانہ یتفکر فی ان الحکم المذکور مقصود علی المنصوص او یدور معہ کالاستنجاء

بالحجارة فان الحديث ورد فی الاستنجاء بالحجارة ولکن عن المجتهد ان یتفکر فی ان الحکم مقصور علی الحجارة او یدور بکل قالع للنجاسة تافه غیر محترم فیتعداها (ارشاد الساری الی فیض الباری ص۱۶ ج۳)

"مناط" سے مراد "علت" ہے اور علت کو مناط سے تعبیر کرنا مجاز لغوی ہے۔

واما المناط هو العلة، قال ابن دقیق العید: وتعبیرهم عن العلة بالمناط من باب المجاز اللغوی لان الحکم لما علق بها کان کالشیٔ المحسوس الذی تعلق بغیره فهو من باب تشبیه المعقول بالمحسوس (ارشاد الفحول ص۱۹۴) ومعنی تنقیح المناط عند الاصولیین الحاق الفرع بالاصل بالغاء الفارق بان یقال لا فرق بین الاصل والفرع الا کذا وذلك لا مدخل له فی الحکم البتة فیلزم اشتراکهما فی الحکم لاشتراکهما فی الموجب له (ایضاً)

سنگین صورت کا ارتکاب۔ صحیح یہ ہے کہ: یہ کفارہ، عمداً روزہ توڑنے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ بحالت روزہ عمداً جنسی بے صبری جیسی سنگین صورت کا ارتکاب ہے۔ روزہ کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ، روزہ دار کو خصی کر دیتا ہے۔

من لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء (بخاری ومسلم)

اس کے باوجود جب اس کا معاملہ جوں کا توں رہا تو حکم ہوا کہ اس کو کفارہ کے بوجھ تلے بھی دبا دیا جائے اگر دو ماہ کے مزید روزے رکھ لیے تو اس کی بے صبری کا بھی علاج ہو جائے گا۔ اگر غلام یا ساٹھ مساکین کے کھانے کی ذمہ داری قبول کر لی تو ذہنی استعداد جس سے جنسی خواہش کے لیے توجہ کی سمت متعین رہتی ہے ہٹ کر کمزور پڑ جائے گی۔ لیکن کھانے پینے کی یہ بات نہیں ہے کیونکہ روزہ سے اس کا زور نہیں ٹوٹتا بلکہ اور بڑھتا ہے۔

صرف جماع جیسی بے صبری کی وجہ سے اس کو روزہ کے عالم میں "فعل منکر" جیسی سنگین صورت کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا اس کا کفارہ وہی ہے جو ظہار کا ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم امر الذی افطر یوماً من رمضان بکفارة الظهار

(دارقطنی ص۲۴۳ والصحیح عن مجاهد مرسلا)

مرسل احناف کے نزدیک حجت ہے، دوسروں کے نزدیک تعدد طرق یا شواہد وغیرہ کی بنا پر قابل حجت ہوتی ہے، احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے:

والکفارة مثل کفارة الظهار (ھدایہ ص ۲۱۹)

ظہار کی بابت قرآن نے کہا ہے۔

وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا رپ - مجادلہ ع)

وہ منکر (ناپسندیدہ بات) اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

کھا پی کر روزہ توڑا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک دن حضورؐ کو پینے کو دیا گیا، آپؐ نے پی کر مجھے دیا تو میں نے پی لیا، پھر میں نے عرض کی حضورؐ میں تو روزہ سے تھی، فرمایا کہ اگر رمضان کے روزہ کی قضا تھی تو اس کی جگہ پھر رکھ لیجیے! اگر نفلی تھا تو آپ کی مرضی، قضا دیجیے یا نہ! روایت یہ ہے۔

قالت دخلت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا صائمة فناولنی فضل شراب فشربته فقلت یارسول انی کنت صائمة وانی کرھت ان ارد سورک قال ان کان قضاء من رمضان فصومی یوما مکانه وان کان تطوعا فان شئت فاقضیه وان شئت فلا تقضیه (دارقطنی ص ۲۳۵)

یہ دراصل فتح مکہ کا واقعہ ہے، سماک راوی متکلم فیہ ہے لیکن جب عکرمہ سے روایت کرے، اس کے علاوہ وہ منفرد نہیں ہے، شعبہ وغیرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد اور الفاظ میں اختلاف ہے لیکن وہ مضر نہیں ہے، حافظ ابن حجر نے اعتراض کیا ہے کہ یہ فتح کا واقعہ ہے اور وہ ماہِ رمضان تھا، رمضان کے روزے کی قضا رمضان میں کچھ معنی نہیں بنتے۔

ویوم الفتح کان فی رمضان فکیف یتصور قضاء رمضان فی رمضان (تلخیص الحبیر ص ۱۹۷)

لیکن یہ اعتراض اس وقت صحیح ہو سکتا ہے، جب یہ طے ہو جائے کہ رمضان کی قضا رمضان میں دینے کو کہا گیا ہو اس کے بجائے اگر یہ ہو کہ اپنے وقت پر اس کی قضا دے تو پھر کیا اعتراض؟

بہر حال رمضان میں رمضان کا روزہ توڑنے پر ان کو کفارہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ جماع پر اکل و شرب (کھانے پینے) کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ ورنہ اور متعدد شکلیں نکل آئیں گی۔ جن میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے مگر کفارہ عائد نہیں ہوتا۔ کما مرّ

تعزیراً یا تکفیراً۔ کفارہ کا حکم تعزیراً ہے یا تکفیراً؟ احناف لکھتے ہیں: تعزیراً ہے تکفیراً نہیں ہے۔

الا انا قلنا بها فی الجماع للنص تعزیرا لا تکفیرا (فیض ص ۱۴۰) لیکن یہ صحیح نہیں۔

اصل میں یہ کفارہ ہے کما جاء فی روایة۔

امر الذی افطر یوما من رمضان بکفارة الظهار (دارقطنی ص ۲۴۳)

باقی یہ کہنا کہ، کفارات کی حیثیت زواجر کی ہے۔ وهويؤيد الحنفية ان الكفارات عند البخاری زواجر لاسواتر (فیض الباری ۱۶/۴)

محل نظر ہے، زواجر ہیں مگر ضمناً، اصل یہ ہے کہ وہ کفارہ ہے۔ وہ گناہوں کا میل دھو دیتا ہے۔ بخاری ۳۱/۲۲، ۳ مع فتح الباری میں ہے۔

ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب به فهو كفارته۔

مسنون تراویح سے زائد کیوں پڑھی گئیں؟ اونچی آواز میں دعا مانگنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ بقول آپ کے اگر تراویح کی تعداد مع وتر گیارہ تھی تو اس سے زائد بزرگوں نے کیوں پڑھیں؟ کیا آپ لوگ زیادہ متبع سنت ہیں اور وہ نہیں تھے؟

۲۔ بعد نماز ہو یا نماز کے سوا دعا اونچی مانگنا ثابت ہے یا نہیں ہے؟ مسجدوں میں عموماً سریلی آواز میں دعائیں مانگی جاتی ہیں، شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ مختصراً۔

الجواب

اس سلسلے میں سوالات اور جوابات کی اتنی تکرار کی گئی ہے کہ اب اس بحث میں پڑنے میں کوئی لطف باقی نہیں رہا۔ علمی نہ تحقیقی۔

ہم چاہتے ہیں کہ، قارئین کے سامنے کچھ اصولی باتیں رکھ دی جائیں اگر کسی کو تحقیق مقصود ہو تو بس کرے! باقی رہے گرمیٔ محفل کے سامان؟ سو اب یہ عادت ترک کر دینا چاہیے! کیونکہ یہ دین ہے شغل نہیں ہے۔

اخذ اور مطالعہ کا اسلامی اصول۔ سب سے پہلے یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ:

دینی امور معلوم کرنے کے لیے، سب سے پہلے قرآن کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے اگر اس سے رہنمائی حاصل نہ ہو تو پھر سنتِ رسول کا مطالعہ کرنا چاہیے اگر اس میں بھی کچھ نہ ملے تو پھر امت کا متفقہ تعامل دیکھنا پڑتا ہے، ورنہ اجتہاد کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے۔ جب تک پہلے نمبر میں کوئی چیز مل سکتی ہے، دوسرے ماخذ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، یہاں پر یہی خرابی راہ پاگئی ہے کہ پہلے ماخذ کی موجودگی میں دوسرے ماخذ کی طرف، دوسرے کی موجودگی میں تیسرے کی طرف اور تیسرے کی موجودگی میں چوتھے نمبر پر جا دھمکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے دریافت فرمایا کہ فیصلے کیسے کرو گے؟ اس نے کہا پہلے کتاب اللہ کو دیکھوں گا، نہ ملا تو حدیث کا مطالعہ کروں گا، اس میں نہ ملا تو پھر اجتہاد کروں گا۔ مختصراً۔

کیف تقضی اذا عرض لك قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ؟ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا فی کتاب اللہ قال اجتھد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ (ابوداؤد ص۲ ۔ ترمذی مع تحفۃ ص۲۷۵)

گو اس روایت میں کلام ہے مگر دوسرے شواہد اور تعاملِ امت کی وجہ سے یہ قابلِ احتجاج ہو گئی ہے۔ (عون المعبود وغیرہ ص۳۳۱)

حضرت عمرؓ نے اپنے قاضی کو لکھا کہ: کتاب اللہ سے رہنمائی مل جائے تو پھر دوسری طرف نہ دیکھئے، اگر نہ ملے تو پھر سنت رسولؐ پر اکتفا کیجیے! دوسری طرف مت دیکھیے، اگر دونوں میں کچھ نہ ملے تو اجماع امت کے مطابق فیصلہ کیجیے۔ حتی الوسع اجتہاد سے پرہیز کیجیے۔

اذا وجدت شیئاً فی کتاب اللہ فاقض بہ ولا تلتفت الی غیرہ وان اتاك شیئ لیس فی کتاب اللہ فاقض بما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان اتاك ما لیس فی کتب اللہ ولم یبین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاقض بما اجمع الناس علیہ وان اتاك بما لیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یتکلم فیہ احد قبلك فان شئت ان تجتھد رایك فتقدم وان شئت تتاخر فتاخر وما اری التاخر الاخیراً لك (اعلام الموقعین ص۱)

یہی دستور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا:

کان ابوبکر الصدیق اذا ورد علیہ حکم نظر فی کتاب اللہ تعالیٰ فان وجد فیہ ما یقضی بہ قضی بہ وان لم یجد فی کتاب اللہ نظر فی سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان وجد فیھا ما یقضی بہ قضی بہ فان اعیاہ ذلك سال الناس۔ (رواہ ابو عبید فی کتاب القضاء۔ اعلام ص۲۳)

یہی اصول حضرت ابن مسعودؓ نے بیان فرمایا ہے:

قال من عرض له منکم قضاء فلیقض بما فی کتاب اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ فلیقض بما قضی بہ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان جاء امر لیس فی کتاب اللہ ولم یقض نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیقض بما قضی بہ الصالحون الخ۔

(رواہ ابن ابی خثیمۃ - اعلام ص۲۲)

یہی ترتیب اصول فقہ اور اصولِ حدیث کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر افسوس! دوستوں نے ایسی چھلانگ لگائی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ دونوں کو ایک ساتھ پھلانگ کر پار نکل گئے ہیں اور کہنے لگے ہیں کہ: فلاں نے اتنی پڑھی ہیں اور فلاں نے اتنی۔ حالانکہ جب سنت میں ایک چیز موجود تھی اس کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی راہ دیکھنے کی نوبت نہیں آنی چاہیے تھی۔

بخاری وغیرہ۔ بخاری وغیرہ میں آگیا ہے کہ حضور تراویح مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے

ماکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ، یصلی اربعا ..... ثم یصلی اربعا ..... ثم یصلی ثلثا الحدیث (بخاری باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل فی رمضان موطا امام محمد ص۱۱ باب قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضل وغیرہ)

اسی طرح حضرت جابرؓ سے مروی ہے

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی رمضان ثمانی رکعات (میزان الاعتدال وقال اسنادہ وسط ص۳۱۱)

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ ملاحظہ ہو (التلویح بتوضیح التراویح ص۷)

حضورؐ کے اس تعامل کے بعد دوسری طرف جانا مناسب نہیں تھا، حضورؐ کے ارشاد، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور دوسری دینی کتابوں کی تصریحات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ کسی دوسرے کی طرف نہ دیکھا جائے مگر یار دوستوں کا اصرار ہے کہ حضورؐ کی حدیث کے باوجود دوسروں کو پہلے دیکھیے یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس پڑھی گئیں، دوسرا کہتا ہے کہ ۳۶۔ ایک اور اٹھتا اور کہتا ہے ۴۱۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں شروع ہو گئیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ انہوں نے اصل اصول کو نظر انداز کر دیا ہے۔ حدیث کے ہوتے، دوسری طرف ان کو دیکھنا جائز ہی نہیں تھا، چہ جائیکہ دوسروں سے یہ اصرار کیا جائے کہ تم بھی حدیث کے بجائے ان بزرگوں کو دیکھو۔

ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے اکثر کرم فرما، گیارہ سے زیادہ کے سلسلے کی روایات کے پوسٹ مارٹم

کرنے میں زیادہ سے زیادہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، حالانکہ یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ:

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ کے تعامل کے ہوتے اصولاً ان کے مطالعہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۲۔ دوسرا یہ کہ: گیارہ سے زیادہ جتنی پڑھی گئیں، وہ سنت کرکے نہیں پڑھی گئیں بلکہ محض نفل کرکے یا قیام اور قرأت میں تخفیف کرکے اس کے عوض رکعتیں بڑھائی گئی تھیں۔ اس لیے اس کا تعلق ہماری بحث سے نہیں ہے۔

۳۔ ویسے بھی جو امور یعنی گیارہ سے زیادہ ثابت ہیں اور وہ اپنی جگہ ایک پس منظر بھی رکھتے ہیں وہ ثابت شدہ عدد مسنون سے متصادم بھی نہیں ہیں۔ اس لیے ناحق اور غیر مفسر جرح کے ذریعے گیارہ سے زیادہ کے ثبوت کا انکار کیا جائے یہ انصاف اور علم کی بات نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں حضورؐ کے بعد تابعین کے عہد میں گیارہ سے زیادہ پڑھی گئی ہیں، بیس بھی اور اس سے زیادہ بھی اور کم بھی۔ راویوں پر غیر مفسر جرح کے ذریعے لے دے مناسب نہیں ہے۔ ہمارا تو صرف یہ اصرار ہے کہ حضورؐ سے دکھاؤ، ودونہ خرط القتاد۔

زیادہ کیوں پڑھی گئیں؟ اب سوال رہ جاتا ہے کہ! وہ لوگ ہم سے بھی زیادہ سنت کے متبع تھے۔ انھوں نے کم و بیش کیوں پڑھیں؟

یہ سوال تو ان سے ہونا چاہیے تھا جو ایسا کرتے ہیں، ہمارا اصولی جواب تو یہ ہونا چاہیے کہ: وہ جانیں! — تاہم، ہم چاروں مذاہب کے اماموں کے اقوال سے یہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ کام انھوں نے کیوں کیا؟ عدد مسنون سے زیادہ کیوں پڑھیں؟ کیا سنت کرکے یا کسی اور وجہ سے؟

شافعی؛ شوافع کا کہنا ہے کہ گیارہ سے زیادہ اس لیے نہیں پڑھی گئیں کہ وہ اسے سنت تصور کرتے تھے بلکہ صرف اس لیے کہ لمبے قیام اور لمبی قرأت کے بجائے قیام اور قرأت مختصر کرکے رکعتیں بڑھا دی تھیں امام ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں۔

والجمع بين هذه الروايات ممكن باختلاف الاحوال ويحتمل ان ذلك الاختلاف بحسب تطويل القرأة وتخفيفها نحيث يطيل القرأة تقل الركعات وبالعكس وبذلك جزم الداؤدي وغيره والعدد الاول موافق لحديث عائشة المذكور بعد هذا الحديث في الباب (فتح الباري ص۳۱۶)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ گیارہ رکعتیں حضرت عائشہ کی روایت کے موافق ہیں، پہلے حضرت عمرؓ کا بھی اسی پر عمل رہا پھر بیس پڑھی گئیں۔

رواية احدى عشرة موافقة لرواية عائشة فى عدد قيامه صلى الله تعالى عليه وسلم فى رمضان وغيره وكان عمر امر بهذا العدد زمانا ثم كانوا يقومون على عهده بعشرين ركعة وكانوا يقرؤن بالمئين (مرقات شرح مشكوٰة)

ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلث (سنن كبرى بيهقى ص ۴۹۶/۲)

وقال ابن حجر: ولعلهم فى وقت اختاروا تطويل القيام على عدد الركعات فجعلوها عشرين (المصابيح)

حنفی۔ حنفی اماموں نے بھی یہی فرمایا ہے کہ: جو رکعتیں پڑھائی گئیں وہ سنت کر کے نہیں پڑھائی گئی تھیں بلکہ نفل سمجھ کر زیادہ کی گئی تھیں۔

وقوله فى الوجه الخامس: لو ثبت عددها بالنص لم تجز الزيادة عليه منظور فيه بان الملازمة ممنوعة فان الزيادة على مقاديرالسنن جائزة اتفاقا لكن لا على سبيل السنية بل على سبيل التطوع (تحفة الاخيار للعلامة اللكنوى)

لیکن یہاں انھوں نے یہ زیادتی کی ہے کہ اس زیادت سے مراد، بیس سے زیادہ رکعتیں ہیں گیارہ سے زیادہ مراد نہیں ہیں۔ حالانکہ دوسرے تمام ائمہ نے اس سے مراد گیارہ سے زیادہ رکعتیں ہی مراد لی ہیں کہ وہ صرف "نفل" کر کے بڑھائی گئی تھیں، مسنون کر کے نہیں۔ حافظ ابن حجر اور امام داؤدی کی تصریح اوپر گزر چکی ہے۔ مزید یہ ملاحظہ فرمائیں۔

مالکی۔ حضرت امام عبدالملک ابن حبیب مالکی مذہب کے ثقہ اماموں میں سے ہیں، ایک واسطہ سے حضرت امام مالک کے شاگرد ہیں۔ ۲۳۸ھ میں انتقال کیا۔ انھوں نے تصریح کی ہے کہ گیارہ سے جو رکعتیں بڑھائی گئی ہیں، وہ قیام اور قرأت میں تخفیف کے عوض بڑھائی گئی ہیں، پہلے گیارہ ہی رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔

وذكر فى النوادر عن ابن حبيب انها كانت اولا احدى عشرة ركعة الا انهم كانوا يطيلون القراءة فيه، فثقل ذلك عليهم فزادوا فى عدد الركعات وخففوا القراءة وكانوا يصلون عشرين ركعة غير الوتر ثم خففوا القراءة وجعلوا عدد ركعاتها ستا وثلثين ومضى الامر على ذلك (تحفة الاخيار فى احياء السنة سيد الابرار)

"یعنی نوادر میں مذکور ہے کہ امام "ابن حبیب فرماتے ہیں کہ پہلے گیارہ رکعتیں تھیں مگر قرأت

لمبی کرتے ہیں، پھر وہ ان پر شاق ہونے لگی تو انھوں نے قرأت ہلکی کر کے رکعتیں بڑھا کر وتر کے سوا بیس رکعتیں پڑھنے لگ گئے، پھر اور اس میں تخفیف کر کے رکعتیں ۳۶ کر دیں اور اسی پر ان کا تعامل رہا۔

امام ابن حبیب (متوفی ۲۳۸ھ) کی یہ تصریح بڑی جان رکھتی ہے، کیونکہ ان کا عہد بہت قریب کا عہد ہے۔

ابن عبد البر مالکی نے بھی یہی احتمال بیان کیا ہے: یحتمل ان یکون ذلك اولا ای احدی عشرة ثم خفف عنهم طول القيام ونقلهم الى ثلث وعشرين ركعة الا ان الاغلب عندی ان قوله احدى عشرة وهم انتهى قال الزرقانی: لا وهم مع ان الجمع بالاحتمال الذی ذكره قريب وبه جمع البيهقی ايضا (تحفة الاخيار لعبد الحی ص ۹۱)

حنبلی۔ چاروں فقہی مذاہب میں سے حنبلی مسلک کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ وہ اجتہادی آراء کی بہ نسبت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتثال میں زیادہ اجتہاد کیا کرتے ہیں۔ ان میں حضرت امام ابن تیمیہ کا مقام خاصہ بلند ہے وہ فرماتے ہیں کہ زیادہ اور تھوڑی رکعتوں کا انحصار قیام پر مبنی ہے قیام لمبا تو رکعتیں کم، قیام مختصر تو رکعتیں زیادہ کی جاتی رہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لمبی قرأت نے رکعتوں کی تکثیر سے مستغنی کر دیا تھا۔ لیکن جب ابی بن کعب نے نماز پڑھائی تو لمبا قیام نہ ہو سکا۔ انہیں لیے رکعتیں بڑھا دیں تاکہ لمبے قیام اور قرأت کا کچھ بدل بن جائے۔

وحينئذ فيكون تكثير الركعات وتقليلها بحسب طول القيام وقصره فان النبی صلی الله تعالى عليه وسلم كان يطيل القيام بالليل حتى انه قد ثبت عنه فی الصحيح من حديث حذيفة، انه كان يقرأ فی الركعة بالبقرة والنساء وآل عمران فكان طول القيام يغنی عن تكثير الركعات وابی بن كعب لما قام بهم وهم جماعة واحدة لم يكن ان يطيل بهم القيام فكثر الركعات ليكون ذلك عوضا عن طول القيام وجعلوا ذلك ضعف عدد ركعاته..... ثم بعد ذالك كان الناس بالمدينة ضعفوا عن طول القيام فكثروا الركعات حتى بلغت تسعا وثلثين (فتاوى ابن تيمية ص ۱۲۳/۲۳)

لكن كان يصليها طوالا، فلما كان ذلك يشق على الناس قام بهم ابی بن كعب فی زمن عمر بن الخطاب عشرين ركعة يوتر بعدها ويخفف فيها القيام فكان تضعيف العدد عوضا عن طول القيام (ايضا ص ۱۲۰/۲۳)

آپ نے مندرجہ بالا سطور میں یہ ملاحظہ فرما لیا ہے کہ:
شافعی، حنفی، مالکی اور حنبلی چاروں فقہی مذاہب کے ائمہ نے تصریح کی ہے کہ گیارہ رکعت سے زیادہ جو پڑھی گئی تھیں، وہ سنت رسول کر کے نہیں پڑھی گئی تھیں بلکہ نفل کر کے یا لمبے قیام اور قرأت سے عاجز آ کر اس کے عوض رکعتیں بڑھا کر پڑھی تھیں۔ بس اگر قارئین کو یہ نکتہ سمجھ میں آگیا تو اہل حدیثوں کا جس بات پر اصرار ہے، اس کا سمجھنا کسی کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں رہے گا۔ اہل حدیثوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کس نے کتنی پڑھیں اور کیوں پڑھیں، ان کو صرف اس بات پر اصرار ہے کہ جو سنت ہے اسے سنت سمجھو اور اسی پر قناعت کرنے کو اجر عظیم کا موجب تصور کرو۔
جن بزرگوں نے اپنے اجتہاد سے "گیارہ رکعتوں" سے زیادہ صرف زیادہ ثواب کے لیے پڑھیں، اگر وہ "سنت اور عدد مسنون" پر اکتفا فرماتے تو ہمارے نزدیک اس سے کہیں زیادہ ثواب پاتے جتنا انھوں نے زیادہ رکعتیں پڑھ کر پایا ہے۔
باقی رہا یہ مسئلہ کہ اتنا لمبا قیام اور لمبی قرأت کے اب وہ متحمل نہیں رہے تھے، تو نہ سہی۔ اتنا ہی لمبا قیام اور لمبی قرأت کرتے جتنی ان کے لیے ممکن تھی، کیونکہ خدا تحمل سے زیادہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا۔
امام ابن تیمیہ اور ابن القیم اور علامہ شاطبی وغیرہ نے اس امر پر خاصی روشنی ڈالی ہے کہ بدعات ہمیشہ اسی قسم کے جذبات کے دوش پر سوار ہو کر آئی ہیں، یعنی تکثر فی العبادات لحصول کثرۃ الثواب۔ اس لیے اگر اس قسم کی راہیں کھلی رکھی گئیں تو اندیشہ ہے کہ پھر اسلام کا کوئی بھی حکم اپنے حال پر نہ رہ سکے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ، ہلکی کر کے یا لمبی کر کے، جو بس میں ہو، مسنون عدد کے موافق ہی تراویح پڑھی جائیں۔ اس میں بڑی کرامت ہے، اصل میں "صبغۃ اللہ" کے رنگ میں رنگے جانے کے لیے سنت رسول ﷺ سے کامل ہم آہنگی پیدا کرنا ہی اصل کام ہے۔ مومنانہ زندگی کو بالکل غیر منقسم صورت میں "سنت" کے حوالے کیجیے! اس پر مختلف شخصیتوں یا مصلحتوں کی رنگ برنگی چھاپوں سے مفاہمت کرنے کی کوشش ترک کر دیجیے! ورنہ یقین کیجیے! یہ سلجھے بہت ہی مہنگے پڑیں گے۔

۲۔ اونچی آواز میں دعا۔ جہاں جہراً ثابت ہے وہاں جہراً ہی مسنون ہے، ورنہ آہستہ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
پہلے صحابہ اونچی آواز میں دعا مانگا کرتے تھے۔ مثلاً اللھم ارحمنی! لیکن جب آیت ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا نازل ہوئی تو ان کو حکم ہوا کہ اونچی آواز میں نہیں بلکہ آہستہ آواز میں دعا کیا کریں۔

ابن عباس فی قولہ تعالیٰ (ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها) قال كانوا يجهرون بالدعاء: اللهم ارحمنى فلما نزلت هذه الاية، امروا ان يخافتوا ولا يجهروا (مسند احمد بن منیع، المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ بحوالہ احمد بن منیع ص ۳۴۹)

امام بوصیری فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ رواہ ابن باسناد حسن (المطالب ص ۳۴۹/۳)

س۳ محمد سعید صاحب پوچھتے ہیں۔

۱۔ نمازِ عید کا مسنون وقت کونسا ہے؟

۲۔ نمازِ عید کی زائد تکبیریں لگاتار کہنا چاہئیں یا وقفہ کے ساتھ؟

۳۔ آتی اور جاتی دفعہ تکبیریں کیسی پڑھنی چاہئیں۔

۴۔ تراویح کے درمیان لوگ جو کچھ بیٹھ کر پڑھتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ مختصراً

الجواب

وقتِ عید۔ نمازِ عید کا وقت ویسے تو زوال تک ہے لیکن مسنون وقت یہ ہے کہ کراہت کا وقت جاتا رہے۔ تقریباً ایک یا دو نیزے سورج چڑھ آئے۔

خرج عبد الله بن بسر صاحب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مع الناس فى يوم عيد فطر او اضحى فانكر ابطاء الامام فقال انا كنا قد فرغنا هذه وذلك حين التسبيح (ابوداؤد باب وقت الخروج الى العيد)

حضرت عبداللہ بن بسر لوگوں کے ساتھ نمازِ عید (فطر یا اضحی) پڑھنے کو نکلے تو (دیکھا کہ) امام نے دیر کردی ہے۔ انھوں نے اس کو برا منایا اور فرمایا: ہم تو اس ٹائم پر فارغ ہوجاتے تھے۔ یعنی نمازِ ضحیٰ کے وقت۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ: یعنی جب وقتِ کراہت جاتا رہے:

اى وقت صلوة الصبحة وهى النافلة اذا مضى وقت الكراهة۔

(عون المعبود ص ۴۲۱/۱)

صحابہؓ اور تابعین کے آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ عموماً صبح کی نماز سے پہلے کپڑے بدل کر آتے نماز پڑھ کر سیدھے عیدگاہ چلے جاتے۔ یہ صرف اس لیے کہ عید جلدی پڑھی جاتی ہوگی۔

عن نافع قال كان ابن عمر يصلى الصبح فى مسجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم يغدو كما هو الى المصلى (ابن ابى شيبة ص ۱۶۳/۲)

یہی حال سید التابعین حضرت سعید بن المسیب کا تھا۔

عن عبدالرحمٰن بن حرملة انه كان ينصرف مع سعيد بن المسيب من الصبح حين يسلم الامام فى يوم عيد حتى ياتى المصلى (ايضا)

حضرت ابراہیم نخعی صحابہ کا یہی تعامل بتلاتے ہیں۔

قال كانوا يصلون الفجر وعليهم ثيابهم يعنى يوم العيد۔ (ايضا)

حضرت ابومجلز تو فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو عید الفطر میں مسجد سے سیدھے عیدگاہ کو جانا چاہیے۔

قال لكن غدوك يوم الفطر من مسجدك الى مصلاك (ايضا)

حضرت ابوعبدالرحمٰن اور حضرت عبداللہ بن معقل کا بھی یہی دستور تھا۔

عن عطاء بن السائب قال صليت الفجر فى هذا المسجد فى يوم فطر فاذا ابو عبدالرحمٰن وعبدالله بن معقل فلما قضيا الصلوٰة خرجا وخرجت معهما الجبانة (ابن ابى شيبة)

تکبیروں کے درمیان ایکسپریس نہیں چلنا چاہیے، ٹھہر ٹھہر کر اور باوقار طریقے سے کہنی چاہئیں! کیونکہ عام عبادات اور نوافل میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعامل کچھ ایسا ہی ہے کہ درمیان میں "وقفہ" ضرور ہوتا ہے۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ: وہ "وقفہ" خاموشی کا وقفہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے درمیان کچھ نہ کچھ ضرور پڑھا جاتا تھا۔ جیسے دو سجدوں کے درمیان تکبیروں کا حال ہے ویسے یہاں چاہیے!

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ تکبیروں کے مابین ٹھہرے، دعا مانگے اور ذکر کیا کرے۔

ثم يكبر الثانية ثم يمكث كذلك ساعة يدعو فى نفسه ويكبر ثم كذلك بين كل تكبيرتين ساعة يدعوا ويذكر فى نفسه (عبدالرزاق ص۲۹۶/۳)

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ ہر دو تکبیر کے درمیان ایک کلمہ کا وقفہ ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے اور حذیفہ و ابوموسیٰ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

قلت رواه الطبرانى والبيهقى موقوفا وسنده قوى وفيه عن حذيفة وابى موسى مثله (تلخيص الحبير ص۱۴۵)

"قدر کلمہ" سے مراد ایک آیت ہے۔ ويقف بين كل تكبيرتين بقدر قراءة آية لا طويلة ولا قصيرة هذا لفظ الشافعى وقد روى مثل ذلك عن ابن مسعود قولا وفعلا (تلخيص ص۱۴۵)

ان بين كل تكبيرتين قدر كلمة (ايضا ص۲۹۷/۳ وفيه عبدالكريم وهو ضعيف)

امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی کا نظریہ ہے کہ بغیر وقفہ کے کہی جائیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ اگر درمیان میں کچھ اور پڑھنا مشروع ہوتا تو منقول ہوتا۔

امام شافعی فرماتے ہیں، وقفہ ہو اور درمیان میں تہلیل، تمجید اور تکبیریں کہی جائیں۔

وقد وقع الخلاف هل المشروع الموالاة بين تكبيرات العيد او الفصل بينهما بشيء من التحميد والتسبيح ونحو ذلك فذهب مالك وابوحنيفة والاوزاعي الى انه يوالي بينها كالتسبيح في الركوع والسجود قالوا لانه لو كان بينها ذكر مشروع لنقل كما نقل التكبير وقال الشافعي انه يقف بين كل تكبيرتين يهلل ويمجد ويكبر (نيل الاوطار ص۲۵۴/۳) حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اس وقفہ میں کیا پڑھا جائے۔

اکثر شوافع یہ پڑھتے ہیں: سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر۔

بعض شوافع یہ کہتے ہیں: لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير۔

ہادی وبعض شافعی کا یہ نظریہ ہے: الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصيلا (نيل ص۲۵۴/۳)

حنابلہ یہ کہتے ہیں: الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصيلا وصلى الله على محمد ن النبي وسلم تسليما كثيرا (القول السديد ص۳۵ بحواله كشاف القناع لابن ادريس) ويحمد الله ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم بين كل تكبيرتين (عمدة الفقه لابن قدامہ - ص۱۹)

ہمارے نزدیک اس میں توسع ہے ہاں اگر ان اذکار اور ادعیہ پر اکتفا کیا جائے جو بین السجدتین پڑھے جاتے ہیں، وہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ وہ حضورؐ سے مروی ہیں۔ ہاں یہ واجب نہیں ہے: قال في شرح المنتقى: والظاهر عدم وجوب التكبير كما ذهب اليه الجمهور لعدم وجدان دليل يدل عليه (ص۲۵۵/۳)

آتی جاتی دفعۃً تکبیریں۔ اس کے لیے مختلف تکبیریں مروی ہیں، مثلاً

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود یہ تکبیریں کہا کرتے تھے۔

الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد (ابن ابی شیبۃ ص۱۶۷/۲)

اور یہی حضرت علیؓ کہا کرتے تھے۔ (ایضاً ص۱۶۷ ج۲)

۲۔ امام نخعی صحابہ اور تابعین کا بھی یہی دستور بتاتے ہیں۔ (ایضاً ص۱۶۸)

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے۔

اللہ اکبر کبیرا اللہ اکبر کبیرا اللہ اکبر واجل اللہ اکبر وللہ الحمد (ایضاً ص۱۶۷-۱۶۸)

ایام تشریق کی تکبیریں بھی کچھ اسی قسم کی ہیں، اس کے علاوہ حضرت سلمان فارسیؓ یہ پڑھنے کو فرماتے تھے، اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا (الروضۃ الندیہ بحوالہ عبد الرزاق)

تراویح کے مابین۔ عموماً جو کچھ پڑھا جا رہا ہے، ثابت نہیں ہے۔ ہاں امام احمدؒ نے جو استنباط کیا ہے۔ وہ اقرب الی صواب معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (بدائع الفوائد)

اس سے بھی اقرب تر ہمیں یہ کلمات محسوس ہوتے ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریا والعظمۃ۔

عن حذیفۃ قال قام بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات لیلۃ من رمضان فی حجرۃ من جرید النخل ثم صب علیہ دلوا من ماء ثم قال:

اللہ اکبر اللہ اکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ ص۲۹۵ وفیہ طلحۃ بن یزید عن حذیفۃ) واللہ اعلم۔

مولانا السعید المجتبیٰ السعیدی السلفی

فضائل و مسائل رمضان المبارک

(۲)

لیلۃ القدر اور اسکی فضیلت

رمضان کے مبارک مہینہ میں ایک رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ قرآن پاک کا نزولِ مبارک بھی اسی مقدس ماہ میں ہوا۔

۱۔ اللہ تعالےٰ نے اس رات کی فضیلت میں ایک مستقل سورت نازل فرمائی ارشاد فرمایا

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۔

ترجمہ:۔ ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ آپ کو کیا علم کہ لیلۃ القدر کا کیا مقام ہے؟ لیلۃ القدر ایک ہزار ماہ سے افضل رات ہے جس میں فرشتے اور خصوصاً حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں ہر کام پر امان ہے۔ یہ رات صبح کے طلوع تک رہتی ہے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کون سی رات ہے صحیح بات تو یہ ہے کہ اس کے متعلق حتمی علم کسی کو نہیں کہ یہ کون سی رات ہے؟ البتہ آنحضرت کے مبارک فرامین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات[1] ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس رات کا علم دیا گیا تھا لیکن پھر بھلوا

[1] یعنی غالب گمان کی حد تک ۱۲ (زبیدی)

دیا گیا۔ فالتمسوھا فی العشر الاواخر فی کل وتر۔ اس رات کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۲۔ فیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرم خیرھا فقد حرم (مشکوٰۃ ص ۱۷۳) ترجمہ اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔ جو اس افضل رات کی عبادت سے محروم ہو گیا ہر قسم کی بھلائی سے محروم ہوا۔

۳۔ ومن قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (مشکوٰۃ ص ۱۷۳) ترجمہ۔ جس نے ایمان کی حالت میں حصول ثواب کے لیے لیلۃ القدر کو قیام کیا اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ قدر کی رات یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو یہ دعا سکھائی تھی کہ شب قدر میں یہ دعا پڑھی جائے (الحدیث)

اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔ اعتکاف کے لیے ضروری ہے کہ ایسی مسجد کا انتخاب کیا جائے جہاں پنجگانہ نماز ادا ہوتی ہو اور جمعہ بھی ہوتا ہو یا کم از کم اس مسجد میں پنجگانہ نماز کا باجماعت اہتمام ہونا چاہیئے۔

اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص اعتکاف بیٹھنا چاہے وہ بیس رمضان کو مغرب سے قبل مسجد میں آجائے رات مسجد میں گزار کر اکیس کی صبح کو معتکف میں داخل ہو۔ اعتکاف کی حالت میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی یاد، ذکر، تلاوت قرآن مجید اور نوافل کی ادائیگی وغیرہ عبادات میں گزارے۔ فضول کاموں اور باتوں سے پرہیز کرے۔ بلا ضرورت مسجد سے باہر نہ آئے۔ البتہ جمعہ کی ادائیگی، قضائے حاجت وغیرہ امور کی خاطر باہر آسکتا ہے۔ اس کی زوجہ اس کے پاس مسجد میں آسکتی ہے۔ ہم بستری سے پرہیز کرے اگر ہم بستری کر بیٹھا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ بقولہ تعالیٰ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد (البقرہ آیت ۱۸۳) اور جب تم مساجد میں اعتکاف میں ہو تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔

مسائل روزہ

جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ بھول کر کھا پی لیا تو کوئی حرج نہیں حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو

صائم فاکل اوشرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

ترجمہ:- جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لے کوئی حرج نہیں وہ اپنا روزہ مکمل کرے اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔

۲- عورت سے ہم بستری کرنا بھی روزہ کے نقص کا سبب ہے (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۶)

۳- جسے اپنے آپ پر قدرت ہو وہ روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے۔ اجازت ہے (الحدیث) نوجوانوں کو اس سے احتیاط کرنی چاہیے اور جسے اپنے آپ پر کنٹرول نہ ہو وہ بھی اس سے بچے۔

۴- جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر خود بخود قے آگئی تو کوئی حرج نہیں۔ (ابن ماجہ ص ، ابوداؤد ص ، مشکوٰۃ ص ۱۷۶)۔

۵- روزہ دار کو احتلام ہو جائے، مسواک کرے، غسل کرے، سرمہ، تیل، خوشبو استعمال کرے، تر کپڑا استعمال کرے کر سکتا ہے یہ سب کام جائز ہیں، تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ نیت

حدیث انما الاعمال بالنیات کی رو سے ہر نیک عمل کی نیت کرنا ضروری ہے اسی طرح روزہ کے لئے بھی نیت ضروری ہے اگر صبح سے قبل فرضی روز کی نیت نہیں کرتا تو اس کا روزہ نہیں ہے البتہ نفلی روزہ کی نیت دن چڑھنے کے بعد تک کی جا سکتی ہے (الحدیث) نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں لغت کی کتاب المنجد میں ہے النیۃ عزم القلب نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں مشہور محدث امام بغوی اپنی کتاب "شرح السنۃ" ص ۴۰۲ میں لکھتے ہیں والنیۃ قصدک الشی بقلبک تیرا کسی چیز کا دل میں قصد کرنا نیت کہلاتا ہے اور صفحہ ۴۰۵ پر لکھتے ہیں ومحل النیۃ القلب فلولم یتلفظ بلسانہ لایضر نیت کا محل دل ہے اگر زبان سے الفاظ نہ بولے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

مسئلہ تراویح

احادیث مبارکہ میں نوافل کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

۱- آنحضرت ﷺ نے فرمایا من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ (متفق علیہ)

جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی خاطر رمضان میں قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ آں حضرتؐ کی سنت ہے کہ نماز عشاء کے بعد صبح صادق کے درمیانی وقت میں گیارہ رکعت نفل ادا کی جاتے۔ یہی نماز ہے جسے رمضان کے علاوہ باقی دنوں میں تہجد، قیام لیل صلوٰۃ لیل کہا جاتا ہے۔ اور رمضان میں یہی نماز تراویح، قیام رمضان کہلاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں تو انھیں اپنے دعوئی کے ثبوت میں دلیل لانی چاہیے کہ فلاں رات آں حضرت نے تہجد آٹھ رکعت ادا کرنے کے بعد تراویح علیحدہ ادا کیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

۳۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ اے ام المومنین آنحضرتؐ کی رات کی نماز (تراویح) کتنی ہوتی تھی؟ تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت کبھی بھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں (۸ رکعت تراویح، تہجد ۔۳ وتر)۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت تمیم داری اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو تراویح کا امام مقرر فرمایا تھا اور انھیں حکم دیا تھا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت (۸ تراویح ۔۳ وتر) پڑھائیں (موطا امام مالکؒ)

آنحضرتؐ کی نماز تراویح کے بارے میں یہی دو دلیلیں کافی تھیں جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں۔

محب سنت کے لئے تو ایک ہی کافی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ حدیث کی دیگر کتب صحیح مسلم، معجم صغیر طبرانی، سنن الکبری بیہقیؒ، موطا امام محمد، صحیح ابن حبان اور دیگر کتب سے ثابت ہے آنحضرتؐ کی سنت آٹھ رکعت ہے علاوہ وتر کے۔ علاوہ ازیں علماتے سلف نے اپنی اپنی کتب میں یہ صراحت کر دی ہے کہ آنحضرتؐ سے آٹھ رکعت ہی ثابت ہیں بیس نہیں ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح بخاری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری علامہ عینی حنفی، تخریج الھدایہ، میزان الاعتدال، نیل الاوطار، قیام اللیل للمروزی ۱۸۶۷، نصب الرایہ، المصابیح للسیوطیؒ اس مضمون پر علماء نے اس قدر تحقیق کر دی ہے کہ اس مختصر

مضمون میں ان تمام حوالہ جات کا استقصار میرے لیے ناممکن ہے۔ تحقیق کے لیے اوپر درج کی گئی کتب کا مطالعہ ضروری ہے البتہ اتمام حجت کے لیے تین حنفی جید علمار کی تحریروں کے اقتباس پیش ہیں۔

۱۔ علامہ زیلعی حنفیؒ فرماتے ہیں وعند ابن حبان فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہ علیہ السلام قام بہم فی رمضان فصلی ثمان رکعات واوتر (تخریج الہدایہ ج ا صفحہ ۲۹۳) کہ حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے رمضان میں (نمازِ تراویح) آٹھ رکعت پڑھائیں اور وتر ادا کئے۔

۲۔ ابوالسعود شرح کنز مطبوعہ مصر ج ا صفحہ ۲۶۵ میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلہا عشرین بل ثمانیا کہ رسول اللہؐ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہی نہیں بلکہ آٹھ رکعت (علاوہ وتر) پڑھی ہیں۔

۳۔ موجودہ دور کے مشہور حنفی دیوبندی عالم مولانا انور شاہ کشمیری کو دلائل سے مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا۔ لامناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیہ رکعات ولم یثبت فی روایۃ من الروایات انہ علیہ السلام صلی التراویح والتہجد علیحدۃ فی رمضان (العرف الشذی صفحہ ۳۲۹) کہ یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ آپؐ کی نماز تراویح آٹھ رکعت ہی ہے اور کسی بھی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپؐ نے تہجد اور تراویح الگ الگ پڑھے ہوں۔

اس کے علاوہ دیگر مشہور حنفی عالم علامہ ابن ہمام حنفی، ملا علی قاری، مولانا عبدالحی لکھنوی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور دیگر مشہور زمانہ حنفی علمار نے اپنی اپنی کتب میں یہ صراحت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے آٹھ رکعت تین وتر ادا کئے ہیں آں حضرتؐ سے کہیں بھی صحیح سند کے ساتھ بیس رکعات ثابت نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی توفیق دیں آمین۔

احکام صدقۃ الفطر

۱۔ ہر مسلمان، غریب، امیر، چھوٹے اور بڑے کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا ضروری ہے یہ اس لئے مشروع کیا گیا ہے کہ انسان سے روزے کی حالت میں کسی نامناسب حرکت کی بنا پر جو کمی آگئی ہو تو اس صدقہ سے پوری ہو جائے۔

۲۔ حدیث میں ہے۔ زکوٰۃ الفطر طہر الصیام من اللغو والرفث و طعمۃ للمساکین۔ (ابو داؤد۔ مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

ترجمہ:۔ صدقۃ الفطر روزہ کو لغو اور فضول باتوں سے پاک کرنے اور مساکین کو طعام دینے کی غرض سے مشروع ہوا۔

۳۔ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ الا ان صدقۃ الفطر واجبۃ علی کل مسلم ذکر او انثی حر او عبد صغیر او کبیر مدان من قمح او سواہ او صاع من طعام رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

ترجمہ:۔ لوگو! خبردار صدقہ فطر ہر مسلمان مرد، عورت، آزاد، غلام، چھوٹے اور بڑے پر فرض ہے گندم یا دیگر غلہ سے دو مد یا طعام سے ایک صاع۔

۴۔ صدقۃ الفطر نماز عید سے پہلے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ امر بھا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

ترجمہ:۔ اور صدقہ الفطر کے متعلق آپؐ نے حکم دیا کہ لوگوں کے عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔

ف:۔ آج کل جو شخص گندم ادا کرنا چاہے وہ پونے تین سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کر دے۔

احکام عید

۱۔ عید کے روز صبح نہا دھو کر حسب استطاعت نئے یا اجلے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا مسنون ہے۔

۲۔ سورج جب نیزہ بھر بلند ہو جائے تو نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور سورج کے زوال تک رہتا ہے۔ البتہ اوّل وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔

۳۔ **اذان اور اقامت کا حکم**:۔ نمازِ عید اقامت اور اذان کے بغیر ادا کی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کے لئے اذان اور اقامت کا ثبوت نہیں ملتا۔

عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین من غیر مرۃ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامۃ (مسلم مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

۴۔ عید کی نماز شہر سے باہر کھلی جگہ ادا کرنا سنت ہے مجبوری کی صورت میں مسجد میں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ بارش کی وجہ

سے عید کی نماز مسجد میں پڑھائی تھی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

۵۔ اگر جمعہ کے دن عید ہو جائے تو تمام لوگوں کو جمعہ کے لیے حاضر ہونا ضروری نہیں البتہ امام جامع مسجد میں جمعہ پڑھائے گا۔

۶۔ عہد نبوی میں عید گاہ میں منبر نہیں لے جایا جاتا تھا۔ اس لیے عید گاہ میں منبر لے جانا یا بنا کر اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا خلاف سنت ہے۔

۷۔ عید الفطر کے دن کوئی چیز کھا کر عید گاہ جانا مسنون ہے حدیث میں ہے۔

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغدوا یوم الفطر حتی یاکل تمرات ویاکلھن وترا (بخاری مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن طاق کھجوریں کھانے کے بعد جاتے۔

۸۔ **عید کا خطبہ:۔** عیدین کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے جس کا سننا ہر نمازی پر لازم ہے

۱۔ سئل ابن عباس اشھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العید قال نعم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ثم خطب (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ نے آنحضرتؐ کی معیت میں عید کی نماز ادا کی ہے؟ جواب دیا ہاں، آپؐ آئے، نماز پڑھائی اس کے بعد خطبہ دیا۔

۲۔ عن ابن عباس قال شھدت العید مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکلھم کانوا یصلون قبل الخطبۃ۔

یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نماز خطبہ سے قبل ادا فرماتے تھے۔

ف:۔ ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ نماز کے بعد خطبہ دینا سنت نبوی ہے خلفائے ثلاثہ کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اور نماز سے قبل خطبہ دینا تقریر کرنا بدعت اور خلافِ سنت ہے ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

۹۔ اگر کوئی شخص دیر سے عید گاہ پہنچا اور جماعت کو نہ پا سکا تو علیحدہ اکیلا دو رکعت نماز عید پڑھ لے۔

۱۰۔ **عورتوں کی عید گاہ میں حاضری:۔** عورتوں کا عید گاہ میں حاضر ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا مردوں کا۔ حائضہ اگرچہ نماز نہیں پڑھ سکتی مگر انھیں بھی حکم تھا کہ وہ بھی عید گاہ میں آکر مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں۔ ان کے عید گاہ آنے کے متعلق آنحضرتؐ نے اس قدر تشدید کی کہ ایک عورت کو کہنا پڑا کہ اگر کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ اسکا مقصد تھا کہ شاید اس عذر کی وجہ سے اسے گھر رہ جانے کی اجازت مل جائے گی مگر آنحضرتؐ نے فرمایا وہ اپنی سہیلی کی چادر میں لپٹ کر آجاتے۔

بخاری شریف جس کے اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر علمائے امت کا اتفاق ہے اس میں ہے۔ عن ام عطیۃ قالت امرنا ان نخرج الحیض یوم العیدین وذوات الخدور فیشھدن جماعۃ المسلمین ودعوتھم وتعتزل الحیض عن مصلاھن قالت امراۃ یا رسول اللہ احدانا لیس لھا جلباب قال تلبسھا صاحبتھا من جلبابھا۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۲۶) مفہوم پہلے گزر چکا ہے۔

ف:۔ اس قسم کی واضح روایات کے ہوتے ہوتے بھی اگر کوئی شخص عورتوں کی عید گاہ میں حاضری کو ناجائز سمجھتے ہوئے روکے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت نبوی پر عمل کرنے کی توفیق دیں آمین۔

؎ راہِ سنت پر چلا جا تو اے سالک بے دھڑک
جنت الفردوس کو جاتی ہے سیدھی یہ سڑک

۱۱۔ اگر رمضان کے آخری دن ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آسکا اور اگلے دن لوگوں نے روزہ رکھ لیا اور صبح صادق کے بعد چاند نظر آنے کی پختہ اطلاع مل گئی تو لوگ اسی وقت روزہ افطار کر دیں اور عید کا وقت باقی ہو تو جمع ہو کر نماز پڑھیں اور اگر عید کا وقت نہ ہو تو اس وقت روزہ افطار کر دیں اور امام دوسرے دن لوگوں کو جمع کر کے نماز عید پڑھائے۔ عن ابی عمیر بن انس عن عمومۃ لہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رکبا جاؤا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشھدون انھم رأوا الھلال بالامس فامرھم ان یفطروا واذا اصبحوا ان یغدوا الی مصلاھم رواہ ابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ ص ۱۲۷)

ترجمہ:۔ کہ ایک قافلہ نے آکر آنحضرتؐ کو اطلاع دی کہ انھوں نے کل شوال کا چاند دیکھا ہے۔ آپؐ نے لوگوں کو روزہ افطار کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ کل صبح عید

کے لیے) عیدگاہ پہنچ جاتیں۔

۱۲۔ عید کے روز اللہ کا اپنے بندوں پر خصوصی انعام:۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ القدر نزل جبرئیل علیہ السلام فی کبکبۃ من الملائکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم الملائکۃ فقال یا ملائکتی ما جزاء اجیر وفی عملہ قالوا ربنا جزاؤہ ان یوفی اجرہ قال ملائکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنھم فیقول ارجعوا قد غفرت لکم وبدلت سیاتکم حسنات قال فیرجعون مغفوراً لھم رواہ البیھقی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۲)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃ قدر ہوتی ہے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں آکر ہر اس شخص کے حق میں رحمت کی دعائیں مانگتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہوں۔ اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے اس دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جو اپنا فریضہ ادا کر دے فرشتے جواب دیتے ہیں اے ہمارے رب! اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور لونڈیوں نے میری طرف سے ان پر عائد کردہ فریضہ پورا کر دیا ہے اور اب گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے ہیں مجھے اپنی عزت، جلال، کرم اور بلندی اور عظمتِ شان کی قسم ہے میں ان کی دعاؤں کو ضرور قبول کروں گا پھر اللہ تعالیٰ بندوں کو فرماتے ہیں جاؤ! میں نے تم تمام کو بخش دیا تمہاری برائیاں بھی نیکیاں بنا دیں اور وہ تمام اس حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں [1]

تکبیراتِ عید کی تعداد

عیدین کی دونوں رکعتوں میں کل بارہ تکبیریں ہیں پہلی رکعت میں سات دعاء ثناء کے بعد اور فاتحہ سے قبل اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل پانچ۔

۱۔ عن کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءۃ وفی الاخرۃ خمسا قبل القراءۃ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی مشکوٰۃ ۱۲۶)

[1] یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کی اسانید میں مختلف کذاب اور ضعفاء پائے جاتے ہیں جیسے ابن حوشب کذاب، بعض میں ابان اور ابن عبد الصمد۔ ۱۲ زبیدی

۲۔ عن جعفر بن محمد مرسلاً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کبروا فی العیدین والاستسقاء سبعا وخمسا وصلوا قبل الخطبۃ وجهروا بالقراءۃ (مشکوٰۃ ص ۱۲۶)

نمازِ عید کا طریقہ

عید کی دو رکعتیں ہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد دعا و ثناء پڑھیں امام پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہے اور ساتھ ساتھ مقتدی بھی کہیں تکبیروں کے درمیان خاموش رہنا چاہیے۔ تکبیروں کے بعد سورہ فاتحہ اس کے بعد امام پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ یا سورۃ الاعلیٰ کی تلاوت کرے اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون یا الغاشیہ کی تلاوت کرے۔ آنحضرت کی سنت اسی طرح ہے ویسے ان سورتوں کے علاوہ قرآن کریم کا کوئی اور حصہ تلاوت کر لیا جائے تو نماز ہو جائے گی۔

اس کے بعد حسبِ طریقِ معروف نماز مکمل ہو جائے گی۔

خطبہ

نماز کے بعد امام مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو کر خطبہ دیں۔ عربی میں خطبہ دینا ضروری نہیں بلکہ خطبہ ایسی زبان میں ہونا چاہیے جسے مخاطبہ آسانی سے سمجھ سکیں خطبہ کے بعد تمام لوگ تکبیرات پڑھتے ہوئے راستے بدل کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں۔

شوال کے روزے

احادیث میں نفلی روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے انھی میں سے شوال کے روزے بھی ہیں۔ آنحضرت[۳] نے فرمایا جو شخص شوال کے چھ روزے رکھتا ہے اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا زندگی بھر روزے رکھنے کا۔

عن ابی ایوب الانصاری انہ حدثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر (مسلم۔ ترمذی صفحہ ۱۳۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۹)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھتا ہے اسے زندگی بھر روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ چھ دن کون سے ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ یکم شوال کے بعد والے متصل چھ دن اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں سارے ماہ شوال میں جب چاہے روزے رکھ لے خواہ پے در پے رکھے خواہ وقفہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہتر ہے کہ مذکور ثواب حاصل کرنے کے لئے دو شوال سے روزے رکھنے شروع کر دیئے جائیں اور درمیان میں وقفہ نہ کیا جائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

عبد الرحمان عاجز مالیر کوٹلوی

خالی مکاں میں ظلمتِ شب سے وہ ڈر گئے

اہلِ وفا و اہلِ محبت کدھر گئے
بے لوث الفتوں کے زمانے گذر گئے

اس راہ پہ ہے منزلِ مقصود کا نشاں
جس راہ سے ہمارے سبھی راہبر گئے

غم تھا نہ کوئی فکر تھا تیرے حضور میں
وہ مدّتیں گذر گئیں، شام و سحر گئے

ٹھہرے نہ تھے کہیں جو تعیش کی راہ میں
دو گام رہِ حق میں چلے تھے، ٹھہر گئے

پیدا جو ہو گیا ہے مرے گا بھی ضرور
وہ خوش نصیب ہیں رہِ حق میں جو مر گئے

روشن ہے نام انہی کا گلستانِ دہر میں
جو گلستانِ دہر میں کچھ کام کر گئے

محفوظ ہو گئے وہ ہمیشہ کے واسطے
جو بول آپ کے مرے دل میں اتر گئے

قربت سے جن کی قلب و نظر میں تھی روشنی
دنیا سے اب وہ صاحبِ قلب و نظر گئے

جن کی نشاط و عیش میں عمریں گذر گئیں
دنیا سے جب گئے تو وہ با چشم تر گئے

تاریکیٔ لحد کا جو اڑاتے تھے مذاق
خالی مکاں میں ظلمتِ شب سے وہ ڈر گئے

عاجزؔ ہوئی ہے فکرِ اجل جب سے جاگزیں
بگڑے ہوئے جو کام تھے سارے سنور گئے

Regd. No. L. 7895 Phones : 352897 - 63210

Monthly MOHADDIS Lahore-16

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL